چڑھتے سورج کے دیس میں

سفرنامہ جاپان

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد

خیالات کی جنگ میں کتابیں ہتھیار کا کام کرتی ہیں۔
دنیا پر کتابیں ہی حکومت کرتی رہی ہیں۔

''جملہ حقوق محفوظ ہیں''

نام کتاب	....	چڑھتے سورج کے دیس میں
مصنف	....	ڈاکٹر آصف محمود جاہ
سرورق	....	عبیداللہ
کمپوزنگ	....	طاہر علی
تعداد	....	1000
قیمت	....	300 روپے

نیشنل بک فاؤنڈیشن

اسلام آباد

انتساب

پیاری بیٹی یمنیٰ کے نام

ترتیب

- تبصرے اور تذکرے 9
- تعارف 18
- پہلا بیرونِ ملک سفر 21
  - جام اور ساقی 22
  - خوبصورت ایئرپورٹ، چابی اور جاپانی دوشیزہ 23
- جاپان میں کسٹمز آفیسرز کا میلہ 25
- مشینی اور کام سے کام رکھنے والے جاپانی روبوٹ 27
  - نفسانفسی کا عالم 28
  - کورس کے ساتھی 28
- کام کے دھنی جاپانی اور کاک ٹیل پارٹی 31
- الوداعی پارٹی 33
- گارڈن ہوٹل کا کمرہ نمبر 518 35

  - مندر اور مرادیں 36
  - عالمی دسترخوان 37
  - لڑکے لڑکیوں کے غول 38
- کاشی واکی گلیاں اور سڑکیں 39
  - جاپان میں پاکستانی کھانا 40
- جاپان میں علاج، خدمت اور کرکٹ ورلڈ کپ 1996ء 43
- ''روشن ہالہ'' کی سیر 45
  - مدہوش اینا میری 46
- جاپان میں موسمِ بہار 49
  - اکیابارا 50
  - پھول اور تتلیاں 50
- اینا میری کے ساتھ مکالمہ 53
- کنسائی ایئرپورٹ۔ سمندر میں شہر 55
- جاپانی شادی کا منظر 57
  - انٹرنیشنل میٹنگ 58
- کوبے کا زلزلہ اور حوصلہ مند جاپانی 59
- رنگ بدلتا موسم 61
- چائے نوشی کی خوبصورت رسم 63
- سارے جہاں سے اچھا پاکستان ہمارا 65
- اور میڈم کوری کا نشہ نہ ٹوٹا 67

- تحائف کا تبادلہ 69
  - سکوموٹو سے ملاقات 70
- جاپانی لڑکے اور لڑکیاں 73
  - ملائیشیا کے رازی اور بنگلہ دیش کے سیف الاسلام 74
- کوبے کی جامع مسجد اور نماز 77
- ہیروشیما اور کوکورا 81
- ریگا شاہی ہوٹل کا کمرہ نمبر 1416 83
  - بلٹ ٹرین اور جاپانی رسم الخط 84
  - جام اور ساقی 85
  - جاپان میں پاکستانی ڈاکٹر 86
- کتابوں کے رسیا جاپانی 87
- رنگ برنگے پانی والا سمندر 91
  - غار میں نماز 92
- اختتامی سفر 95
  - پتھروں سے طاقت 96
  - مادر پدر آزادی کا انجام 97
  - ایک جیسے شہر۔ جنوں کا کارنامہ 97
- ٹوکیو میں بہار 99
  - جاپانی دوشیزاؤں کا اڈا 100
  - متحدہ پاکستان کی یادیں 101

- جاپان میں ایرانی ریستوران 103
  - وینو میں چیری بلاسم 104
  - کام سے کام رکھنے والے جاپانی 105
- ایکیابارا کا آخری چکر 107
- سائنورا۔ بائی بائی جاپان 109
  - جاپان کا شاہی محل 110
- واپسی کا سفر 111
  - دیارِ غیر میں ایسے بھی ہوسکتا ہے 112
- یوکوہاما سے واپسی 115
  - بنکاک میں پاکستانی ایئرپورٹ 116
- جاپان سے آنے کے بعد 119
- وقت کی پابندی اور ڈسپلن 121
- جاپانیوں کی سمارٹنس کا راز 123
- جاپان میں نماز 125
- جاپانیوں کا اخلاق 127
- جاپانی زبان 129
- تعارف اور مبارکباد کے کلمات 130

5

تبصرے اور تذکرے

A Review چڑھتے سورج کے دیس میں

Charte Suraj ke Des Mein, a travelogue by Dr. Asif Mahmood Jah, contains an account of his first exposure to an alien culture-- and as the title suggests to the Japnese culture-- during his one-month itinerary in the **'Land of the Sun God.' While the author retains his child- like innocence and! sense of wonderment` throughout, the sojourn seems to give a fillip to his creative faculty. The events and experiences-- both visual and emotional-- are unfurled in a chronological order in the form of daily diary**. Starting from the crack of dawn of 10th March 1996, to the nightful of 11th April 1996, the book is a record of the author`s emotional and spiritual journey in japan, spanning a period of 33 days. The peronalised tone and colloquial style of writing, free from 'learned literary devices', makes the description flow with

natural ease and lucidity. It creates an unmistakably telling effect. Looking at japan through the author`s eye, though vicarious is yet a refreshing experience-- and a useful guide for prospective visitors to that country.

If the style is the man, the book reflects a transparently clear picture of the author`s personality with its hall-marks of **sincerity, candour,** and **total commitment** to his **mission.** The book makes an enjoyable reading, in fact one can go through the whole 140 pages in one sitting without feeling any strain.

While in japan, the author does not seem to have felt hamstrung by undue taboos except the self-imposed limits set within the parameters of religious and ethical values of Islam. This provided him enough freedom to have full sensuous enjoyment of beauty and harmony without later remorse or sense of guild-- whether that beauty and harmony was found in the Japanese way of life and organized road-traffic, in efficiently-- managed big departmental stores, in the panorama afforded by well-illuminated roads and building at night or in the bevy of smiling Japanese damsels. He did not let his aesthetic sensibility suffer a jolt anywhere by doing things 'unbecoming'__ and yet he enjoyed his tenure with full gusto and no legitimate pleasure denied!

Though the objective of the tour was primarily to gain professional knowledge, the book by and large, makes only passing references to this aspect. It does not, for example, state in any great detail as to how the Japanese Customs Department works or in what ways the training could be relevant within the framework of existing

Pakistani systems. However, it does bring out the fact unambiguously that the Japanese are a hard-working people who retain their good humour in the midst of most trying situation.

In order to feel at home during training and for lubricating inter-action with the Japanese, the author was quick in picking up some basic words and phrases of their language which made him quite popular with them. The fact remains that conversing with an alien people in their tongue breaks the barriers of unfamiliarity and facilitates understanding of their culture and psyche. The book, thus incorporates a list of most-frequently used Japanese words and expressions which can come handy to a later visitor. **In a more personal context, the medical background of the author provided him further opportunities to come closer both to the Japanese and other fellow course participants hailing from various countries, as their occasional healer.**

However, at the close, the reader looks askance if Japan is really a land of bliss or why the book altogether ignores all references to 'the weariness, the fever, and the fret' in Japanese life. Or perhaps the youthful author, during his brief stay did not find the time to ponder over this grim aspect of Japanese life!

Ata-ur-Rahman
Formerly Director
Civil Services Academy
Lahore

سفر نامہ مشاہدے کو ورق پر منتقل کرنے کا عمل ہے۔ مگر یہ عمل ایسا بھی سہل نہیں۔ آغاز آفرینش سے انسان کی ترقی و تعمیر کا راز صرف اور صرف سفر ہی میں مضمر رہا ہے۔ ایک عام آدمی اور تخلیق کار میں واضح فرق معاہدے اور مجاہدے کا ہمیشہ سے رہا ہے کہ تخلیق کار کے پاس اسی مشاہدے اور مجاہدے کے سبب قدم قدم پر اس کے لیے حیرتیں موجود ہوتی ہیں۔ ہوا، بادل اور مناظر فطرت سے اس کی اپنی گفتگو ہوتی ہے۔ مختلف اقوام سے مکالمہ اس کا اپنا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے اپنی حیرتوں، مناظر فطرت سے اپنی گفتگو اور لوگوں سے اپنے مکالمے کو کمال ہنر مندی سے یکجا اور قلم بند کیا ہے۔ میں انہیں اس خوبصورت کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

خالد احمد

7

میں نے جاپان کی سرزمین کا پہلا سفر نامہ آج سے قریباً نصف صدی پہلے رسالہ ''ساقی'' میں پڑھا تھا۔ اس کے مصنف نذیر مرزا برلاس تھے جو دلی نژاد تھے اور جاپان میں معالج تھے، جاپان کا تازہ ترین سفر نامہ بھی ایک ڈاکٹر نے ہی لکھا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ آصف محمود جاہ کسٹم کے محکمہ میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ وہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر ہیں۔ خوش قسمتی سے انہیں محکمہ کسٹم کے ایک پیشہ وارانہ کورس کے لیے جاپان جانے کا موقعہ ملا تو انہوں نے آنکھوں دیکھے مشاہدات کو قلم بند کرنے کا فریضہ بھی ادا کیا۔ زیر نظر سفر نامہ ان کے اس سفر کی ڈائری ہے جو 10 مارچ 1996ء کو شروع ہوا اور 10 اپریل 1996ء کو اختتام پذیر ہو گیا۔ آصف محمود جاہ کا یہ سفر نامہ اسی لیے اہم ہے کہ اس میں واقعات و مشاہدات کی تازگی کو باسی نہیں ہونے دیا گیا۔ جاپان میں جا کر سیاحوں کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ گیشا کلچر کی یہ سرزمین ہوش و تمکین کا دامن چاک کر دیتی ہے۔ لیکن آصف محمود جاہ نے دل کو پاسبان عقل سے جدا ہونے کی اجازت نہیں دی اور اس ملک کے جتنے اعلیٰ اوصاف تھے، انہیں سفر نامے میں شامل کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس سفر نامے کے بعد

میری ان سے ملاقات ہوئی تو یوں محسوس ہوا کہ وہ کبھی جاپان کے ساتھ اور کبھی اپنے ساتھ خود کلامی کر رہے ہیں۔ وطن واپسی پر ان کا تاثر یہ تھا ’’جاپان سے آنے کے بعد کچھ دن تو چڑھتے سورج کے دیس کا طلسم برقرار رہا۔ وہاں کی ترقی، ڈسپلن، صفائی، جاپانیوں کا اخلاق، نظم وضبط، وقت کی قدر اور پابندی وغیرہ سب کچھ یاد آتا اور اپنے ہاں کی حالت دیکھ کر دل کڑھتا۔ اور اس سفرنامے کا حاصل یہ ہے: اگر ہر پاکستانی اسی بات کا عزم کر لے کہ میں نے اپنا کام اپنے وقت پر پورا کرنا ہے تو پھر ہم بھی جاپان کی طرح ترقی کر کے اپنا شمار عظیم قوموں میں کر سکتے ہیں۔‘‘ یہ دلچسپ سفرنامہ علی سفیان آفاقی کی ادارت میں چھپنے والے رسالہ ہفت روزہ ’’فیملی‘‘ میں قسط وار چھپ چکا ہے۔ لیکن کتابی صورت میں مربوط پڑھیں تو زیادہ مزا آتا ہے۔

انور سدید

ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے انتہائی سلیس زبان میں اپنے تجربات ومشاہدات کو سپرد قلم کیا ہے۔ انہوں نے پُرشکوہ الفاظ کی بنیاد پر اپنی تخلیق کی عمارت استوار نہیں کی بلکہ سچائی کے ارفع ترین معیارات کو اپنے فن کی اساس بنایا ہے اور میں سمجھتا ہوں یہی بات صاحب کتاب کے بڑا فنکار ہونے کی دلیل ہے کہ راست فکری اور راست نظری ہی اہل سفر کو منزل مقصود کی طرف رواں دواں رکھتی ہے۔

نجیب احمد

انسان جب آسمان سے زمین پر اُترا تو ایک سفر کی تکمیل کے ساتھ ہی اک نئے سفر کا منظر نامہ نگاہ عصر میں اُبھرنے لگا تھا۔ یہ منظر نامہ کسی ایک خطہ ارض پر محیط نہ تھا بلکہ تمام دنیا کے خدوخال کا آئینہ دار تھا۔ ڈاکٹر آصف محمود نے ان ترتیب پاتے ہوئے خطوط کے پرتو کو زیرنظر کتاب کے حوالے سے قارئین تک منتقل کیا ہے اور وہ اس میں خاصی حد تک کامیاب رہے ہیں کہ وہ بات کرنے کے ہنر سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ ان کا یہ سفر نامہ نہ صرف خاک پر بکھرے ہوئے مناظر کا عکاس ہے بلکہ ان مناظر کی دلکشی میں اضافہ کرنے والے کرداروں کی نشاندہی بھی کرتا ہے جو زندگی کا مکمل ادراک رکھتے ہیں۔ یہ کردار اپنے علاقائی ماحول اور اپنی بودوباش کی تصویر فراہم کرتے ہیں۔ اس تصویر میں سات رنگوں کے علاوہ آٹھواں رنگ حیرت کا بھی ہے۔ جو انسان کے ازلی تجسس کا غماز ہے کہ یہ تجسس ہی انسان کو معلوم سے نہ معلوم کی طرف قدم اٹھانے پر اکساتا ہے۔ نہ معلوم کے فہم کی خواہش انسان کو مسلسل سفر میں رکھتی ہے۔ خدا کرے کہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے دل میں معلوم کرنے کی یہ خواہش محبوب کے غم کی طرح ہمیشہ جوان رہے اور ہم ان کی تخلیق کے تروتازہ گلاب گلستان ادب سے تواتر کے ساتھ چنتے رہیں۔

ایوب خاور

9

تعارف

ایک دن ڈرائی پورٹ پر بیٹھے بیٹھے CBR (اب FBR) سے ٹیلی فون آ گیا۔ CBR (FBR) سے ٹیلی فون آنا عموماً خطرے کی علامت ہوتی ہے۔ اس میں یا تو ٹرانسفر کی خبر ہوتی ہے یا پھر کسی Statement نہ بھیجنے پر خبر لی جاتی ہے۔ اس لیے فون کا سن کر تھوڑی سی پریشانی ضرور ہوئی۔ دوسری طرف CBR کے سیکرٹری جناب یونس خان صاحب تھے جنہوں نے مجھے یہ بتا کر خوش گوار حیرت میں مبتلا کر دیا کہ تمہاری جاپان جانے کے لیے نامزدگی ہوگئی ہے۔ میں فارم بھیج رہا ہوں۔ اسے پُر کر کے فوراً بھیج دیں۔ مجھے ان کی باتوں پر ذرا یقین نہ آیا۔ کیونکہ نہ تو میں نے اس کے لیے Apply کیا اور نہ ہی میری کوئی سفارش تھی اور پھر محکمہ میں بالکل نو وارد ہونے کے ناطے ٹریننگ کا یوں موقع ملنا میرے لیے ایک عجیب سی بات تھی۔

فارم آ گیا اور پھر دوسرے مراحل بھی آسانی سے طے پا گئے اور یوں ایک دن سچ مچ ہم جاپان بھی پہنچ گئے۔

جاپان کا یہ سفر بہت یادگار، تفریحی اور معلوماتی رہا۔ جہاں جاپانیوں کی اچھی عادات نے متاثر کیا وہیں ان کی مذہب سے دوری، اخلاقی بے راہ روی وغیرہ دیکھ کر دکھ بھی بہت ہوا۔ پورے مہینے کی داستان کو ڈائری کی شکل میں لکھ کر پیش کر دیا ہے۔ اس ڈائری میں جاپانی معاشرے کے خدوخال، وہاں کے کلچر، رہن سہن اور اعلیٰ روایات کی تھوڑی بہت عکاسی کی گئی ہے۔ جاپان بہت پیارے، محبت کرنے والے، با اخلاق، محنتی اور جانفشاں لوگ ہیں اور اپنی انہی خوبیوں کی بنا پر انہوں نے پوری دنیا سے اپنا لوہا منوایا ہے۔

اس ٹریننگ کے دوران بنگلہ دیش، ایران، بھارت، ملائیشیا، انڈونیشیا، سری لنکا، فلپائن، قازقستان، تھائی لینڈ اور کئی دوسرے ملکوں کے کسٹم افسران کے ساتھ بھی خوب میل جول رہا اور یوں بیشتر ترقی پذیر ممالک کے متعلق خوب معلومات حاصل ہوئیں۔ اس ڈائری میں قارئین کو ان ممالک کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور پتہ چلے گا۔ اس کے علاوہ پہلی دفعہ ملک سے باہر جانے والوں کو جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان کی رہنمائی کے لیے بعض ضروری ہدایات اور لوازمات کا ذکر بھی موجود ہے۔

میری جاپان سے واپسی پر کچھ دوستوں نے اس ڈائری کو چھپوانے کا مشورہ دیا۔ کچھ نے اس کی نوک پلک درست کی۔ ایک دن یہ مسودہ فیملی میگزین کے ایڈیٹر کو بھجوایا۔ علی سفیان آفاقی صاحب نے اسے فیملی میگزین میں ''سورج دیوتا کے دیس میں'' کے نام سے قسط وار چھپوایا۔ اک دن ڈرتے ڈرتے ملک کے نامور کالم نگار حسن نثار کو مسودہ دیا۔ میرے دل میں تھا کہ اتنے بڑے کالم نگار کے پاس کہاں وقت ہوگا مگر صرف دو دن بعد حسن بھائی کا

فون آ گیا۔ انہوں نے نہ صرف اس کو پسند کیا بلکہ ہمایوں سلیم صاحب کے ذریعے چھپوانے کا بھی اہتمام کر دیا۔ اگر یہ کاوش کسی کو پسند آ جائے تو وہ ''چوراہا'' کے حسن نثار کو نہ بھولے کیونکہ انہی کی تحریک کے باعث 30 دن کی یہ ڈائری کتاب کی صورت میں آپ تک پہنچی۔

اس کتاب کی تکمیل میں میرے والد محترم جناب بشیر احمد، اہلیہ اسماء، پروفیسر عبدالحئی عابد، پروفیسر مسعود الرسول اور بہت سے دوستوں کا تعاون رہا۔ ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

کتاب ''چڑھتے سورج کے دیس میں'' کے نئے ایڈیشن کی طباعت کا سہرا نیشنل بک فاؤنڈیشن کے سربراہ معروف دانشور، محقق، مصنف اور شاعر ڈاکٹر انعام الحق جاوید صاحب کے سر ہے جنہوں نے اپنے ادارے کے ذریعے اس کی اشاعت کا ذمہ لیا۔ طاہر علی نے مسودہ کو بڑی باریک بینی اور محنت سے ٹائپ کیا۔ میں اس کے لیے ان سب کا شکر گزار ہوں۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

پہلا بیرونِ ملک سفر

بوجھل دل اور خوشی و اداسی کے جذبات سمیت جاپان جانے کے لیے لاہور ایئرپورٹ کی راہ لی۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے۔ ملک سے پہلی دفعہ باہر نکلنا بھی عجیب اور انوکھا تجربہ ہوتا ہے۔ آدمی کو کئی قسم کے خیالات اور خدشات گھیر لیتے ہیں۔ سفر کیسا گزرے گا؟ کیسے لوگ ہوں گے؟ کس طرح پیش آئیں گے؟ کھانے کا کیا ہوگا؟ نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس طرح کے خاصے سوالات اور کچھ افکار دامن گیر تھے۔ گھر سے دوری کا فکر، دیارِ غیر میں اکلاپے کا فکر، وغیرہ۔

لاہور ایئرپورٹ دو گھنٹے پہلے پہنچ گئے۔ رخصت کرنے کے لیے گھر کے افراد کے علاوہ، کچھ دوست احباب اور ساتھی موجود تھے۔ ٹکٹ اور امیگریشن کے مراحل کسٹم آفیسر ہونے کی وجہ سے، بغیر کسی مشکل اور سوال و جواب کے طے پا گئے۔ اگرچہ دیارِ غیر جانے والے کچھ ہم وطنوں کو اپنے وطن میں اپنے ہم وطن افسران کے ہاتھوں خاصا پریشان ہوتا

دیکھا۔ کچھ دیر بعد کسٹمز کے سینئر کولیگ سرفراز وڑائچ اے سی کسٹمز (حال کلکٹر کسٹمز، ملتان) بھی پہنچ گئے اور یوں اکلاپے کا فکر تو دور ہوا۔ لاؤنج میں تھوڑی دیر انتظار کے بعد وہ گھڑی آن پہنچی جس کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ 12:00 بجے جہاز میں سوار ہونے کا اعلان ہوا۔ تھائی ایئرلائن کی پرواز TG-506 سے جاپان کے لیے براستہ بنکاک عازم سفر ہوئے۔

جام اور ساقی

بنکاک میں کچھ گھنٹے قیام کے بعد ٹوکیو روانہ ہونا تھا۔ تھائی ایئرلائن کے اس بڑے جہاز میں اپنے ہم وطنوں کی بہتات تھی۔ فضائی میزبان بہت ہی مہذب، مہمان نواز، شائستہ اور خوش چہرہ تھیں اور وقفے وقفے سے اپنے مہمانوں کی خدمت رنگ برنگے اور قسم قسم کے مشروبات سے کر رہی تھیں۔ جب موقع ہو اور پھر مل بھی مفت رہی ہو تو کس کافر کا دل چھوڑنے کو کرتا ہے۔ اس کے مصداق اکثر ہم سفروں نے خوب جام بھر بھر کر پی۔ فضائی میزبان ایک اشارے پہ کورنش بجالاتیں اور اگلے ہی لمحے حسب منشا جام حاضر ہوتا۔ سفر کا پہلا مرحلہ بہت ہی خوش گوار اور یادگار گزرا۔ تقریباً چار گھنٹے کی فلائٹ کے بعد صبح چھ بجے کے قریب بنکاک پہنچ گئے۔ تھائی لینڈ کا وقت پاکستان سٹینڈرڈ ٹائم سے دو گھنٹے آگے ہے۔ اب ہمیں انتظار گاہ میں پانچ گھنٹے گزارنا تھے۔ اس جگہ پاکستانی خاصی تعداد میں اور اِکا دُکا سردار جی بھی تھے۔ اکثر تھائی خواتین اور لڑکیاں بہت تیز، ہشاش بشاش اور کام میں مگن نظر آئیں۔ فجر کی نماز کے بعد ناشتے کی فکر دامن گیر ہوئی تو انتظار گاہ کے ایک ریسٹورنٹ میں ہلکا سا ناشتہ کیا، جس نے جیب کو بھی خاصا ہلکا کر دیا۔ دو گلاس پانی دو کپ چائے اور دو کیک پیس کا بل تھا کوئی تین سو روپے۔ Transit میں چار گھنٹے، کچھ بیٹھ کر، کچھ ستا کر اور چل پھر کر گزارے۔ اس کے بعد ٹوکیو کے لیے بورڈنگ کارڈ لیا اور فلائٹ TG-641 کے ذریعے ٹوکیو کے لیے عازم سفر ہوئے۔ تھائی ایئرلائن کے اس جہاز

میں زیادہ تر لوگ جاپان یا تھائی لینڈ کے تھے۔ اس کے علاوہ یورپی اور پاکستانی صرف دو چار ہی ہوں گے۔ پہلے کی طرح یہاں بھی فضائی میزبانوں نے اپنی مہمان نوازی سے ہمیں متاثر کیا۔ ہماری خواہش پر حلال کھانا مہیا کیا گیا، جو زیادہ مزے دار نہ ہونے کے باوجود خوب کھایا کیونکہ ناشتہ بہت ہلکا کیا تھا۔ ڈاکٹر سرفراز کی معیت میں چھ گھنٹے کا یہ سفر خاصا خوش گوار گزرا۔ چونکہ ہم دونوں کا ملک سے باہر یہ پہلا سفر تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے خاصے خوش تھے۔ سارے سفر کے دوران خوب باتیں ہوئیں۔ تقریباً چھ گھنٹے کے سفر کے بعد ٹوکیو کے نئے ایئرپورٹ Narita پہنچے۔ سب سے پہلے گھڑیاں درست کیں۔ یہاں کا وقت تھائی لینڈ سے دو گھنٹے اور پاکستان سے چار گھنٹے آگے ہے۔ ایئرپورٹ پر کسٹم اور امیگریشن کے مسائل بڑی آسانی سے طے پا گئے۔ تمام افسران بہت اچھے طریقے سے پیش آئے۔ اس ملک میں داخل ہوتے ہی اپنے اور یہاں کے سسٹم اور لوگوں میں فرق کا اندازہ ہونا شروع ہوگیا۔

خوبصورت ایئرپورٹ، چابی اور جاپانی دوشیزہ

Narita ایئرپورٹ بہت خوبصورت اور شاندار ہے۔ باہر آئے تو جاپان ٹریول بیورو (JTB) کے ایک نمائندے نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہوٹل جانے کے لیے بس میں سوار کرایا۔ تقریباً چالیس منٹ کے سفر کے بعد ہم یہاں کے ایک بڑے اور اعلیٰ درجے کے ہوٹل ''ریگا شاہی'' (Royal Regal) پہنچے۔ Lobby میں جاپان ٹریول بیورو (JTB) کے نمائندے نے ہمیں کورس کے متعلق ضروری باتیں بتائیں۔ گزارا الاؤنس دیا اور کمرہ نمبر 554 کی چابی ہمارے حوالے کی۔ اس شاہی ہوٹل کے کمرے بہت کھلے اور ہر طرح کی سہولیات سے مزین ہیں۔ سب سے پہلے خیریت سے پہنچنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور گھر اطلاع کی۔ ہوٹل میں لاک سسٹم (Lock) بھی الیکٹرانک ہے، کاغذ کی چابی ڈالیں، سبز

لائٹ آنے پر نکال لیں اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوں۔ مگر چابی آپ کو دروازے کے ساتھ مخصوص جگہ پر ڈالنی ہوگی جس سے کمرے کی لائٹس روشن ہوں گی۔ پہلے ہی دن جاپان میں مشینوں کی حکومت کا اندازہ ہوا۔ ایک دفعہ جلدی میں چابی اندر رہ گئی تو سرفراز کے کمرے سے بڑی مشکل سے Reception والوں کو سمجھایا تو فوراً ایک جاپانی دوشیزہ نئی چابی لے کر حاضر ہوگئی۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد کھانے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ JTB کے نمائندے نے ہوٹل کے بارے میں بتایا تھا کہ یہاں کھانے بہت زیادہ مہنگے ہیں۔ اس کی بات بالکل صحیح ثابت ہوئی، روم سروس کے ذریعے مٹھی بھر چاول اور ڈبل روٹی کے دو چھوٹے ٹکڑے، بعوض 1200 ین، جن کے پاکستانی تقریباً 400 روپے ہوتے ہیں، منگوائے۔ مگر اس کا حل ہم نے جاپان روانہ ہونے سے پہلے ہی نکال لیا تھا۔ ''احمد'' والوں نے مختلف قسم کے پاکستانی کھانوں کو ڈبوں میں بند کرکے بہت زبردست کام کیا ہے اور یوں پرہیزی اور مسلم فوڈ کھانے والوں کے لیے سفر کو اور بھی آسان بنا دیا ہے۔ اسماء نے احمد کے کھانے کے ڈبوں سے ہمارا پورا ایک بیگ بھر دیا تھا۔ جھٹ سے مرغ چنے کا ڈبہ نکالا۔ گرم پانی میں گرم کرکے اسے کھولا اور دونوں پاکستانی بھائیوں نے بڑے مزے سے جاپان میں پاکستانی کھانا کھایا، کیونکہ چار سو روپے کی روٹی اور چاول دونوالوں ہی میں پار ہوگئے تھے۔ آرام دہ کمرے اور نرم گرم بستر میں جلد ہی نیند کی آغوش میں جا پہنچے۔ اس کے ساتھ جاپان میں پہلے دن کی کتھا ختم ہوتی ہے۔

جاپان میں کسٹمز آفیسرز کا میلہ

آج سے سرکاری طور پر ہمارے کورس کا آغاز ہونا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق صبح جلدی اٹھ کر تیاری کی۔ کچھ پائن ایپل کے کین بھی پاس تھے ایک کین کھول کر ناشتہ کیا۔ روم سروس کو رات کے مہنگے تجربے کے باعث زحمت نہ دی۔ پیکنگ وغیرہ کر کے تقریباً 10:30 بجے ریگا شاہی ہوٹل کی وسیع و عریض اور شاندار لابی میں پہنچ گئے، جہاں اپنے جیسے کچھ غیر ملکی مٹر گشت کرتے نظر آئے۔ وقت مقررہ پر جاپانی کسٹم افسران آن پہنچے۔ بس میں سوار ہونے کا بگل بجا اور یوں چڑھتے سورج کی اس سرزمین میں ٹریننگ کا آغاز ہوا۔

راستے میں ایک ریسٹورنٹ سے جاپانی طرز کا، جاپانی انداز میں کھانا کھایا۔ کھانے سے زیادہ مزیدار کھانا لینے کا جاپانی طریقہ لگا۔ یہاں سب کچھ آپ کو خود کرنا پڑتا ہے۔ اپنی پسند کے کھانے کا انتخاب کر کے، پیسے مشین میں ڈال کر ٹکٹ لیں۔ ٹکٹ دکھاتے

ہی جھٹ سے کھانا آپ کو ملے گا۔ کھانا ختم کر کے برتن مقررہ جگہ پر رکھیں۔ اگر کچھ میز پر یا نیچے گر گیا تو خود صاف کریں۔ نہ کوئی شور شرابا نہ بے جا تکرار۔ کھانے سے فارغ ہو کر دوبارہ منزل مقصود، یعنی کاشیوا ٹریننگ سنٹر کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک گھنٹہ میں وہاں پہنچے۔ یہاں جاپان کسٹم کے بہت سے افسران نے مسکرا کر اور جھک کر خالص جاپانی انداز میں ہمیں خوش آمدید کہا۔ دنیا بھر کے کسٹم افسران کا میلہ لگا ہوا تھا۔ تقریباً ستائیس ممالک کے 62 کسٹم افسران جمع تھے۔ پہلے دو تین گھنٹے تو تعارف کی نذر ہو گئے۔ اس کورس میں ہمارے علاوہ بنگلہ دیش، انڈیا، ملائیشیا، انڈونیشیا، فلپائن، تھائی لینڈ، قازقستان، ایسٹونیا اور کئی دوسرے ممالک کے کسٹم افسران شریک تھے۔

جاپان کا اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کا انداز بھی بہت خوبصورت اور نرالا ہے۔ شام سات بجے کے قریب ہمارے اعزاز میں خوش آمدید (Welcome) پارٹی کا انعقاد ہوا جس سے جاپان کے رنگارنگ اور خوبصورت کلچر کے بارے میں کچھ ابتدائی باتوں کا پتہ چلا۔ انڈیا کے پردیپ، بنگلہ دیش کے سیف الاسلام اور محمود اختر، سری لنکا کے اجے سوریا، نیپال کے وشنو سے ملتے ہی تھوڑی بہت آشنائی ہو گئی۔

پارٹی سے فارغ ہونے کے بعد، آٹھ بجے کے قریب، بذریعہ ٹیکسی سن گارڈن ہوٹل پہنچے جہاں ہمارا سامان پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ کمرے میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پردیپ اور ڈاکٹر سرفراز کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکلے۔ سردی خوب زوروں پر تھی۔ اکثر دکانیں اور سٹورز بند ہو چکے تھے اور سڑکوں پر بہت کم لوگ تھے۔ کینٹکی فرائیڈ چکن (KFC) جو جاپان میں بہت مشہور ہے، سے فش برگر اور کافی لے کر جاپانی انداز کا ڈنر کیا۔ راستے میں بنگلہ دیش کے ساتھیوں سے بھی مڈبھیڑ ہو گئی اور پھرتے پھراتے واپس ہوٹل پہنچے۔

مشینی اور کام سے کام رکھنے والے جاپانی روبوٹ

جاپانی بہت میکانیکل (Mechanical) اور کیلکولیٹڈ (Calculated) قسم کے لوگ ہیں۔ ہر کام کو مقررہ وقت پر طے شدہ طریق کار کے مطابق کرتے ہیں۔ مجال ہے کہ ایک منٹ بھی اِدھر سے اُدھر ہو جائے۔ بقول گوپال (نیپال) یہ لوگ بیت الخلا بھی دوڑ کر جاتے ہیں اور دوڑ کر واپس آتے ہیں کہ کہیں کوئی منٹ فضول ضائع نہ ہو جائے۔

صبح سویرے نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر تیاری شروع کی۔ 8:30 بجے ہوٹل لابی میں جمع ہونا تھا۔ رات ہم ڈبل روٹی خرید لائے تھے جس کے چھ سلائس 70 پاکستانی روپے کے عوض ملے تھے۔ ناشتے کے لیے میں نے اپنے پاکستانی ساتھی سرفراز اور انڈیا کے پردیپ کو بھی بلا لیا۔ جھٹ سے آلو قیمہ کا کین گرم کر کے کھولا۔ پردیپ اپنے کمرے سے گجراتی پراٹھے لے کر پہنچا اور یوں جاپان کی سرزمین پر جاپانی ڈبل روٹی، پاکستانی آلو قیمہ، اور انڈیا کے گجراتی پراٹھوں سے ناشتے کا بہت مزا آیا۔ تینوں نے جی بھر کر کھایا۔

نفسانفسی کا عالم

لابی میں ہماری کورس اٹینڈنٹ مس کوری یاما پہلے سے موجود تھی۔ ٹریننگ سنٹر جانے کے لیے ریلوے سٹیشن سے گزرے تو عجیب منظر دیکھا۔ مختلف عمروں اور جنس کے ہزاروں لوگ ایک طرف تیزی سے بھاگ رہے تھے، نفسانفسی کا عالم تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی ایمرجنسی لگ گئی ہو۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ سب لوگ اصل میں گاڑی پکڑنے کے لیے تیزی سے جا رہے ہیں۔ بھاگنے سے دو تین فائدے ہیں ایک تو بندہ چست رہتا ہے، دوسرے وقت کی بچت ہوتی ہے اور سردی دور بھاگتی ہے۔ سٹیشن سے گزر کر ہم ٹیکسی کے ذریعے ٹریننگ سنٹر روانہ ہوئے، یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور بھی عجیب شان رکھتے ہیں۔ خوبصورت لباس میں ملبوس، بے حد شائستہ اور مہذب، اکثر اوقات تو ان پر کسی بڑے افسر کا گمان ہوتا ہے۔ سوار ہوں، جگہ بتائیں، منزل مقصود پر پہنچ کر آپ کو رسید ملے گی، پیسے دیں اور اپنی راہ لیں، نہ بے جا تکرار، نہ میٹر تیز چلنے کا جھگڑا۔ ان لوگوں کے پاس ان فضول چیزوں میں پڑنے کا وقت ہی نہیں۔

کورس کے ساتھی

آج کا سارا دن تفصیلی تعارف میں گزرا۔ بنگلہ دیش کے سیف الاسلام مرنجان مرنج طبیعت کے مالک ہیں۔ اے سی کسٹم ہونے سے پہلے انجینئر تھے۔ انڈیا کے پردیپ بھی پہلے انجینئر تھے۔ میں نے اپنا تعارف کسٹم آفیسر ہونے کے ساتھ ڈاکٹر کی حیثیت سے بھی کروایا اور بلا معاوضہ اپنی خدمات پیش کیں، جس سے تمام شرکاء بہت خوش ہوئے۔ رازی ملائیشیا میں کسٹم سپرنٹنڈنٹ ہیں اور خوب چلبلی اور رنگین طبیعت کے مالک ہیں۔ انڈونیشیا کے رحمت سبا گیو بھی ابھی زیادہ کھلے نہیں مگر ملتے ہی بڑی محبت سے السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام کہہ کر دیا۔

فلپائن کی اینا میری بہت دلچسپ اور اچھی طبیعت کی مالک ہیں۔ تھائی لینڈ کی اچارا بہت کم بولتی ہیں۔ قازقستان کے یرمیک بولنے میں اچارا سے بھی زیادہ کفایت شعار ہیں۔ ایسٹونیا کی مارجی نیت نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں خدا پہ یقین نہیں رکھتی۔ تعارف کے ساتھ ساتھ ہمارے انسٹرکٹر (Instructor) نے جاپان کی خوبصورت اور میٹھی زبان کے چند ضروری کلمات سکھائے تا کہ باہر نکل کر ہم کچھ گزارا کر سکیں۔ دوپہر کا کھانا ٹریننگ سنٹر کی کینٹین میں کھایا اور یوں ہمیں آہستہ آہستہ جاپان کے کھانے اور عادات و اطوار سے تھوڑی تھوڑی آشنائی ہونا شروع ہوئی۔ رات گئے واپس ہوٹل پہنچے اور کچھ دیر آرام کے بعد باہر کا رخ کیا۔ یہاں کی سڑکیں بہت کشادہ، صاف و شفاف اور شاندار ہیں۔ ہزاروں گاڑیاں رواں دواں نظر آتی ہیں مگر کوئی بے ہنگم شور اور دھواں بالکل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ پولیس یا سکیورٹی کے لوگ بہت کم نظر آئے۔ ان مہذب اور صلح جو لوگوں کو پولیس وغیرہ کی خال خال ضرورت پڑتی ہوگی۔

کام کے دھنی جاپانی اور کاک ٹیل پارٹی

جاپانی کام کے دھنی ہیں۔کام کو سمجھنے میں تھوڑا سا وقت ضرور لیتے ہیں مگر جب سمجھ لیا تو پھر اس کو احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچا کر دم لیتے ہیں اور صبح سے شام تک کام کرتے ذرا نہیں تھکتے۔کاشیوا ٹریننگ سنٹر میں آج کا دن بھی تقریباً کل ہی کی طرح گزرا۔یہاں ہمارے انسٹرکٹر (Instructor) اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جاپانی کسٹم کے بارے میں ہمیں کچھ نہ کچھ بتاتے رہے اور اس کے ساتھ کورس کے شرکاء کے ساتھ ان کے ممالک کے بارے میں بھی تبادلہ خیالات ہوا۔

آج مختلف کورسوں کے تمام شرکاء کے لیے جاپانی کسٹم کے ڈائریکٹر جنرل کی طرف سے ایک شاندار ہوٹل میں کاک ٹیل پارٹی کا انتظام کیا گیا، جس کے لیے شام کے بعد بذریعہ ٹرین روانہ ہوئے۔ یہاں ٹرینوں کا نظام بہت ہی زبردست ہے۔ ہر طرف مشینوں کی حکومت ہے۔ٹکٹ کے لیے مشین میں پیسے ڈالیں، ٹکٹ لیں اور پھر مقررہ ٹرین پر

سوار ہونے سے پہلے ٹکٹ مشین میں ڈالیں گے تو آپ کو راستہ ملے گا ورنہ چھٹی۔مشینوں کی حکومت کے باوجود یہ لوگ دل کے بہت اچھے ہیں، ہر کوئی ہنستا مسکراتا اور خوش نظر آتا ہے۔

جاپانی لوگ کتابیں پڑھنے کے بہت رسیا ہیں۔کسی بھی جگہ انتظار کرتے ہوئے یہ لوگ جھٹ سے کتاب نکالتے ہیں اور پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ٹرین میں بھی خاصی دوشیزاؤں کو کتابوں میں گم دیکھا۔جو نہیں پڑھتے وہ سوتے ہیں اور عجیب بات یہ دیکھی کہ جب ان کا سٹیشن آتا ہے تو خود بخود اٹھ بیٹھتے ہیں۔اپنے دماغی کمپیوٹر کو بھی ان لوگوں نے اپنی مرضی کے تابع کیا ہوا ہے۔پارٹی بہت ہی زبردست اور شاندار رہی۔یہاں ان لوگوں کی ایک اور عظمت دیکھی۔جاپانی کسٹم کا سب سے بڑا آفیسر ڈائریکٹر جنرل باہر دروازے پر کھڑا تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ہمارے ہاں ان سے دس درجے نیچے کا بھی کوئی براؤن صاحب ہوتا تو وہ یہ تکلیف گوارا نہ کرتا اور کم از کم پچاس آدمیوں کی فوج ظفر موج اس کے ساتھ ہوتی۔حقیقی مساوات تو یہاں نظر آتی ہے۔اس پارٹی میں مختلف ممالک کے سفیر بھی آئے ہوئے تھے۔ہماری آنکھیں پاکستانی سفارت خانے والوں کو ڈھونڈتی رہیں، مگر وہ کہیں نظر نہ آئے۔یہاں اپنے ایک اور ساتھی طارق ہُڈی سے بھی ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنے کورس کے ایک سردار اروڑا سے ملاقات کروائی جو پنجابی ہونے کے ناطے بڑی گرم جوشی سے ملے اور خالص پنجابی لہجے میں اِدھر اُدھر کی خوب باتیں ہوئیں۔

الوداعی پارٹی

سرکاری طور پر آج کاشیوا سنٹر میں ہمارا آخری دن تھا اور یہاں کے میزبانوں نے اس کو یادگار بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انسٹرکٹرز انگریزی زبان سے کچھ زیادہ واقف نہیں، لیکن صبح 9 بجے سے 4:30 بجے تک مصروف ضرور رکھتے ہیں۔ اس دوران، تمام وقت ان کے چہرے صبح کی طرح تروتازہ اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔

یہاں کا موسم خاصا ٹھنڈا ہے سخت سردی ہے اور آج تو صبح سے بارش کا سلسلہ جاری ہے جس سے سردی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ سڑک پر نگاہ ڈالیں تو ہزاروں لوگ رنگ برنگی چھتریاں لیے اپنی منزل کی طرف رواں دواں نظر آتے ہیں اور ان کی رفتار میں اتنی تیزی کے باوجود ڈسپلن کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کوئی ایک دوسرے سے ٹکراتا بالکل نہیں۔

ہمارے ہوٹل کے اردگرد 'Video Games' یا 'Centre Cosmos' کی کئی دکانیں ہیں۔ جہاں ہر عمر کے لوگ بہت زیادہ انہماک سے مگن نظر آتے ہیں۔ اتنا شور ہوتا

ہے کہ کان پھٹنے کو آتے ہیں، مگر یہ لوگ دنیا و مافیہا سے بے خبر اتنے گم ہوتے ہیں کہ پاس جا کر جتنی دیر مرضی ان کے سر پر کھڑے ہو جائیں وہ ذرا آنکھ نہیں جھپکتے۔ بعض اوقات تو ان پر پتھر کے بتوں اور مورتیوں کا سا گمان ہوتا ہے۔

شام کو ہمارے لیے ایک شان دار الوداعی پارٹی کا انتظام کیا گیا۔ یہ لوگ جس انداز سے خوش آمدید کہتے ہیں اس سے زیادہ اپنائیت اور محبت سے رخصت کرتے ہیں۔ قدیم جاپانی طرز کے اس ریسٹورنٹ میں جاپانی انداز کا کھانا تھا۔ سب سے پہلے جوتے اتاریں اور زمین پر بیٹھ کر، اسلامی انداز میں کھانے کا انتظار کریں۔ ویٹر بھی جاپانی لباس میں ملبوس تھے۔ یہ سب دیکھ کر دل بہت خوش ہوا مگر یہ خوشی جلد ہی ہوا ہوگئی۔ مختلف قسم کے جاپانی کھانے جن میں ہر قسم کی الابلا شامل تھی اور اس کے ساتھ ہر قسم کی شراب۔ ہم نے بڑی مشکل سے آلو کے ٹکڑے اور مچھلی کے چند پیس ڈھونڈ کر گزارا کیا۔ سب نے خوب جام بھر بھر کے پیئے۔ ہمارے بنگلہ دیشی، ترکی، ملائیشی، انڈونیشی ساتھیوں نے بھی دوسرے شرکاء کا پوری طرح ساتھ دیا اور خوب مزے اڑائے۔ ہمارے ساتھ ملائیشی خاتون رضیہ اور ایرانی نجفی بھی اس پارٹی میں تھے جو میری طرح بچ بچ کر کھانا کھاتے رہے اور پینے پلانے سے بھی پرہیز کیا۔ آخر میں آپس میں تحائف کا تبادلہ ہوا اور تقریباً دو گھنٹے بعد یہ خوبصورت محفل تمام ہوئی۔

گارڈن ہوٹل کا کمرہ نمبر 518

اس وقت صبح کے چھ بجے ہیں۔ میں گارڈن ہوٹل کے کمرہ نمبر 518 کی کھڑکی کے سامنے بیٹھا جاپان کے شہر کاشی وا کی فلک بوس عمارتوں پر بارش پڑتے دیکھ رہا ہوں اور خدا کی شان کے ساتھ ساتھ، انسانی عقل کے حیرت انگیز کارناموں کا نظارہ کر رہا ہوں۔ صاف وشفاف اور اونچی عمارتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے اور بعض عمارتیں تو آسمان سے ملی لگتی ہیں۔

ہفتہ، اتوار یہاں چھٹی ہوتی ہے۔ صبح 10 بجے ہوٹل سے نکل کر ریلوے سٹیشن کا رخ کیا۔ یہاں کے سٹیشن بھی لاجواب ہیں۔ ان پر زمین دوز شہروں کا گمان ہوتا ہے، جہاں بڑے بڑے ڈیپارٹمینٹل سٹورز کے علاوہ ہر قسم کی ضروری سہولیات بھی مہیا ہوتی ہیں۔ سٹیشن میں داخل ہونے سے ایسا لگتا ہے کہ بھول بھلیوں میں آن پہنچے ہیں اور واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ ٹرین دو منٹ بعد آتی ہے اور مجال ہے کہ چند لمحوں کے لیے بھی لیٹ ہو جائے۔ آپ

کی گھڑی غلط ہو سکتی ہے۔ ٹرین ہمیشہ وقت مقررہ پر آئے گی۔ ہر سٹیشن پر ٹکٹ لینے کے لیے مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکے۔ میں گھبرا رہا تھا کہ کہیں دیار غیر میں سبکی نہ ہو جائے۔ پردیپ نے کہا گھبرائیے نہیں گاڑی سے اترنے پر مشین آپ کو باہر نہیں جانے دے گی۔ پہلے 'Fare Adjustment' مشین میں پہلا ٹکٹ ڈال کر بقایا کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ مشین میں ٹکٹ ڈالنے پر جتنا کرایہ بنتا تھا اس کا حساب آ گیا اور ہم نے وہ ادا کر کے ٹکٹ لیا تو سٹیشن سے باہر نکل سکے۔

مندر اور مرادیں

'Kashiwa' سے 'Ueno' کے قریب اتر کر ایک بڑے خوبصورت مندر میں پہنچے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ حد نگاہ لوگ ہی لوگ نظر آئے۔ یہاں ایک عجیب مماثلت دیکھی۔ اپنے درباروں کی طرح یہاں بھی لوگ اپنی مرادیں مانگ رہے تھے۔ یہاں بھی لوگ درباروں پر جھکتے ہیں، وہاں کا پانی مقدس سمجھ کر پیتے ہیں اور مزاروں پر پیسے پھینکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ دوسری ملتی جلتی چیزیں یہاں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ یہاں کی ٹرینوں میں کوئی کلاس نہیں۔ سب کے لیے ایک اعلیٰ کلاس ہے۔ مساوات کا جو نظارہ ہم نے یہاں دیکھا اس کا عشر عشیر بھی ہمارے ہاں نہیں پایا جاتا۔

جاپانی چھٹی کے دن بھی بہت کم گھر میں رہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بہت خوش پوش لوگ ہیں مگر چھٹی کے دن بہترین لباس پہن کر اکثر نوجوان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھومنے اور (Enjoy) کرنے نکلتے ہیں۔ مندر سے فارغ ہو کر بذریعہ ٹرین آکیا بارا پہنچے جو یہاں الیکٹرانک شہر کے نام سے مشہور ہے اور اپنے نام کی مناسبت سے واقعی یہاں الیکٹرانک کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر اعلیٰ کمپیوٹر تک ہر چیز ملتی ہے۔ کچھ دیر گھومنے پھرنے کے بعد ہم نے بھی حسب توفیق کچھ خریداری کی۔ ایک بڑے سٹور پر ایک سیلز بوائے نے بتایا کہ

کچھ دن پہلے اس جگہ پاکستان کی کوئین (سابق وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو شہید) بھی خریداری کے لیے آئی تھیں، جن کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ پھرتے پھراتے دکانوں اور لوگوں پر نظر ڈالتے رات گئے واپس پہنچے۔ اگرچہ جاپانی سوسائٹی بہت ''اوپن'' ہے مگر سڑکوں پر زیادہ تر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں صرف ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے یا پھر کبھی کبھار اظہارِ محبت کرتے نظر آتے ہیں۔

عالمی دسترخوان

رات کو ہم نے کمرے میں عالمی کھانا کھایا جو پاکستانی، جاپانی، انڈین کھانوں پر مشتمل تھا۔ کھانے میں میرے اور سرفراز کے علاوہ گوپال، نیپالی پردیپ اور فلپائنی خاتون شامل ہوئے۔ اینا میری چٹ پٹے پاکستانی کھانے کھا کر بہت خوش ہوئی، جبکہ گوپال کی زیادہ تر توجہ کھانے کی بجائے اسی پر مرکوز رہی۔ کچھ دیر کے بعد بنگلہ دیشی بھائی بھی آن ملے اور ہم نے ان کو پاکستانی جلیبی کھلا کر اس وقت کی یاد دلائی جب ہم اکٹھے تھے۔ بنگالی بھائیوں سے خوب گپ شپ رہی۔ بنگلہ دیش ہو یا نیپال سری لنکا ہو یا انڈیا ان سب ممالک کے افراد ایک طرح کے لگتے ہیں۔ ہر جگہ کرپشن مہنگائی، ناانصافی، بیچارگی، غربت وغیرہ کا رونا ہے، مگر ان ملکوں کے لوگ ابھی بھی اپنے ملک کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارے یہاں ہر کوئی اپنے ذاتی مفاد کو ملکی مفاد پر ترجیح دیتا ہے۔ جاپان ایک کھلا معاشرہ ہے۔ یہاں کی سوسائٹی میں جتنے مرد کام کرتے ہیں، اتنی ہی عورتیں ہوتی ہیں۔ جاپانی ٹیلی ویژن پر سب پروگرام جاپانی زبان میں دکھائے جاتے ہیں۔ صاف پروگرام دکھاتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ یہاں کوئی انگلش پروگرام نہیں لگتا۔ یہ لوگ انگلش بہت کم جانتے ہیں اور اپنی زبان بولنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں کے براؤن صاحب کی طرح نہیں کہ منہ بگاڑ کر اور گردن سیدھی کر کے چار لفظ انگریزی کے بول کر فخر محسوس کریں۔ دنیا میں وہی

قومیں ترقی کرتی ہیں جو اپنے کلچر اور روایات پر کاربند رہتی ہیں۔

لڑکے لڑکیوں کے غول

شام ہوتے ہی سڑکوں یا دکانوں پر لڑکے لڑکیوں کے غول نظر آتے ہیں۔ جاپان کے ہر شہر کے گلی کوچے میں بک سٹال ہیں۔ جاپانی لوگ پڑھنے کے بہت رسیا ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ جیسے ہی ٹریفک رکی اور لوگوں نے اپنی اپنی کتابیں نکال لیں اور پڑھنا شروع کر دیا۔ جاپانی زیادہ تر کارٹون کہانیاں پڑھتے ہیں اور اکثر بک سٹالوں پر فحش کتب اور رسائل کی بھرمار ہے۔ اگرچہ یہاں ٹی وی کوئی فحش prono پروگرام نہیں دکھاتے۔ لیکن ہوٹل کے کمرے میں (Pay-Tv) چینل موجود ہے، جہاں آپ کو اس خرافات سے لطف اندوز ہونے کے اچھے خاصے ین دینا پڑتے ہیں۔ اس لیے اکثر ساتھی اس سے احتراز ہی کرتے رہے، زیادہ تر نے جاپانی رسائل کی ورق گردانی کرنے پر ہی اکتفا کیا۔

کاشی وا کی گلیاں اور سڑکیں

آج 'Kashiwa' شہر میں ہمارا آخری دن ہے۔ انٹرنیشنل کمیونٹی کے کچھ آفیسرز ڈزنی لینڈ ٹوکیو کا نظارہ کرنے کے لیے گئے ہیں اور کچھ دوستوں کو مل رہے ہیں۔ میں نے ہوٹل میں رہنا پسند کیا۔ کمرے سے نکل کر سب سے پہلے ہوٹل کی لابی میں کچھ دیر بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک کی اور اس کے بعد اکیلے ہی ہوٹل سے ناک کی سیدھ میں چلنا شروع کیا۔ جاپانیوں کے رہائشی مکانات دیکھے جو بہت چھوٹے اور خوبصورت طرز تعمیر کا شاہکار ہیں۔ آج صبح سے بارش ہو رہی ہے ہر طرف رنگ برنگی چھتریاں نظر آ رہی ہیں۔ راستے میں ایک مندر بھی دیکھا جہاں کچھ بڑی عمر کے لوگ سکون کی تلاش میں ہاتھ باندھے بیٹھے یا کھڑے تھے۔ قانون کی پابندی اتنی دیکھی کہ سنسان سڑک پر بھی اگر لال بتی روشن ہوگئی تو یہ لوگ فوراً رک جاتے ہیں۔ ہر طرف جاپانیوں کی عظمت کے نشان ملتے ہیں۔ جگہ جگہ مشروبات کی مشینیں لگی ہیں پیسے ڈالیں، اپنی پسند کا مشروب لیں اور نوش فرمائیں۔

ہر طرف ایک جیسے لوگ، ایک سے راستے اور ایک سے مکانات، ان حالات میں میرے جیسے شخص کے لیے، جس کا جغرافیہ کچھ اچھا نہیں بھول جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ حساب تو بڑا رکھا تھا مگر واپسی کا راستہ بھول گیا دو گھنٹے کی اِدھر اُدھر مٹرگشت کے بعد ایک اپنے جیسی شکل کا بندہ نظر آیا جو پاکستانی تھا، اس سے ہوٹل کا پتہ پوچھ کر واپس پہنچا۔

جاپان میں پاکستانی کھانا

دیار غیر میں اپنے ہم وطنوں کا مل جانا کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتا۔ آج کچھ پاکستانی دوستوں نے ملنے کے لیے آنا تھا۔ محمود صاحب جو عرصہ گیارہ سال سے جاپان میں مقیم ہیں چھ بجے کے قریب ہوٹل پہنچے اور خالص پنجابی لہجے میں دیر سے آنے کی معذرت کی۔ محمود صاحب بڑے دلچسپ آدمی ہیں دیکھنے اور بود و باش سے پکے جاپانی لگتے ہیں اور جاپانی زبان بھی بڑی روانی سے بولتے ہیں۔ امین صاحب درد دل رکھنے والے پاکستانی تاجر ہیں، جن کا سنگاپور میں پرانے پرزوں کا بہت بڑا بزنس ہے اور ایوب صاحب فیصل آباد سے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ان دونوں سے آشنائی ہوئی۔ کوئی دو سو کلومیٹر طے کر کے محمود صاحب کے گھر پہنچے جہاں ان کی بیگم نے مزے دار پاکستانی کھانے آلو قیمہ، حلیم، کوفتے کے علاوہ کھیر بھی بنا رکھی تھی۔ کئی دنوں بعد پاکستانی کھانا ملا تو اپنا پیارا وطن بہت یاد آیا۔ کاش! ہم غیروں کی بڑی چیزیں اپنانے کی بجائے اچھی چیزیں اپنائیں۔ امین صاحب نے نیا فلیٹ کرائے پر لیا تھا۔ وہاں میں نے بالکونی میں کھڑے ہو کر اذان دی اور پھر ہم نے جاپان میں اس قیام کے دوران پہلی دفعہ باجماعت نماز عشاء ادا کی جس سے عجیب روحانی سکون ملا۔ جاپانی بود و باش بہت پسند آئی۔ گھر میں آپ جوتے اتار کر داخل ہوں اور زمین پر بیٹھ کر اسلامی طریقے سے کھانا کھائیں۔ رہائشی کمروں میں صف نما 'Mats' بچھے ہوئے ہیں۔ اس پر گدا ڈالیں اور سو جائیں۔ یہ راز ہے جاپانیوں کی صحت مندی اور

سیدھی کمروں کا۔ ''بستر محمدی'' یا زمین پر سونا بہت سی بیماریوں بشمول کمر درد کے لیے ایک مجرب نسخہ ہے۔

ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے یہاں آپ کو جگہ جگہ ٹال ٹیکس دینا پڑتا ہے، جسے ادا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا ہے اور خوشی سے ادا کرتا ہے۔ خوشی سے کیوں نہ دے حکومت نے لوگوں کو بہترین اور صاف وشفاف سڑکیں اور اعلیٰ درجے کی دوسری سہولیات بھی مہیا کی ہیں۔ ہمارے ہاں! ٹیکس کلچر رواج نہ پانے کی ایک وجہ تو جہالت ہے، مگر سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں میں تحفظ کا ذرا بھی احساس نہیں۔ ان کو بنیادی حقوق تک حاصل نہیں۔ جب تک لوگوں میں احساس تحفظ نہیں ہوتا جتنے مرضی قوانین بناڈالیں کبھی بھی منزل مراد نہیں ملے گی۔

جاپان میں علاج، خدمت اور کرکٹ ورلڈ کپ 1996ء

اس وقت میں 'Bay Tower' کی بلند و بالا بوتل نما عمارت کے کمرہ نمبر 4629 میں بیٹھا ہوں۔ ہوٹل کی 46ویں منزل کے اس کمرے سے پورا شہر روشن اور جھلملاتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ یہ لفٹ 46ویں منزل پہ پلک جھپکنے میں پہنچا دیتی ہے۔

صبح دس بجے کے قریب ہوٹل سے بس کے ذریعے کاشی واسے بذریعہ بس ٹوکیو سٹیشن پہنچے۔ یہاں سے شن کاسن کے ذریعے اوساکا پہنچنا تھا، جو تیز ترین گاڑی ہے اس کو بلٹ ٹرین بھی کہتے ہیں۔ اس کی رفتار 200 میل فی گھنٹہ سے زیادہ ہے، ٹرین دیکھ کر اور اس میں سفر کر کے عقل دنگ رہ گئی۔ اس ٹرین میں جہاز والی تمام خوبیاں اور فضائی سفر کے تمام لوازمات بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ وقفے وقفے سے جاپانی دوشیزائیں اپنی میٹھی آواز میں چائے، جوس، کافی اور شراب لے کر آتی ہیں، مگر اس کے لیے آپ کو ین دینا پڑتے ہیں۔ یہ سفر بہت مزیدار رہا۔ اوساکا سٹیشن پر جاپانی کسٹم والے ہمارے استقبال کے لیے

موجود تھے۔ ہم کسٹم بس کے ذریعے ہوٹل (Bay- Tower) پہنچے۔ ہوٹل کی فلک بوس اور بقول پردیپ، بہت بڑھیا عمارت دیکھ کر تو بس مجا (مزا) ہی آ گیا اور پھر جاپانی حسیناؤں اور ان کے استقبال کا انداز دیکھ کر تو زندگی اور بھی حسین نظر آنے لگی۔ 46ویں منزل پر کمرہ ملا، جہاں ہمارا بھاری بھرکم سامان پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ کمرے میں کچھ دیر آرام کرنے اور ستانے کے بعد پردیپ اور سیف الاسلام بنگلہ دیشی کے ہمراہ ہوٹل سے باہر نکلے اور خوب گھومے پھرے۔ یہ جگہ صرف ہوٹل ہی نہیں نیچے تو ایک پورا شہر آباد ہے۔ ہر طرح کے ڈیپارٹمینٹل سٹورز کے علاوہ کچھ رہائشی منزلیں بھی ہیں۔ گھوم پھر کر جب تھک گئے تو ہوٹل واپس آئے۔ شام کو اینا میری جو بڑی ہنس مکھ اور Lively خاتون ہے، آن پہنچی اور ہم نے مل کر رات کا کھانا کھایا۔

جاپان آنے سے پہلے تمام ضروری ادویات اور مرہم پٹی کا مکمل سامان ساتھ رکھ لیا تھا۔ ساتھیوں کو بتا بھی دیا تھا کہ کسی کو جب بھی میڈیکل ایڈ کی ضرورت پڑے وہ کسی بھی وقت رابطہ کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے کورس کے ساتھی وقتاً فوقتاً رابطہ کرتے رہتے ہیں۔

ہماری ڈاکٹری کی دھوم جاپان میں بھی خوب مچی۔ پردیپ زخمی ہوا تو اس نے کاشی واسے تیرہ ہزار ین میں پٹی کرائی۔ آج ہم نے اس کی پٹی کی اور کچھ دوا دی تو وہ اور بھی ہمارا گرویدہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ یار ڈاکٹر تو نے ڈاکٹری کا سامان ساتھ رکھ کر بہت اچھا کیا کورس کے بعد یہاں ہی کوئی ہسپتال جوائن کر لو۔

ہمارا ورلڈ کپ (کرکٹ) تو 9 مارچ ہی کو ختم ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ یہاں انڈین، سری لنکن موجود تھے۔ آج سری لنکا کے عالمی چیمپئن بننے کا سن کر ہم سب کو بہت خوشی ہوئی۔ برصغیر والوں نے گوروں کو شکست دی۔ سری لنکا والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ہم نے ان کو دل کھول کر مبارک باد دی۔ سری لنکا کے ساتھیوں نے خوب ہلّہ گلّہ کیا اور فتح کا بھرپور جشن منایا۔

''روشن ہالہ'' کی سیر

صبح صبح ہمارے کورس کی جاپانی میزبان مس کوری یامالابی میں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔آج ہمیں اوساکا کسٹم جانا تھا۔تقریباً9 بجے 'Subway' ٹرین کے ذریعے منزل پر پہنچتے ہی لیکچرز کا سلسلہ شروع ہوا۔ٹریننگ کا معیار بہت ہی غیر معیاری ہے۔جاپانی کسٹم والے صرف اس شعبے کے بارے میں جانتے ہیں، جہاں انہوں نے کام کیا ہو۔آپ کوئی بھی سوال کرلیں وہ صاف کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے۔یہ سوال دوسرے شعبے کے بارے میں ہے۔دوسرے یہ لوگ انگلش بہت کم بولتے ہیں اور جاپانی سٹائل میں انگریزی کم ہی سمجھ آتی ہے۔ٹریننگ جیسی بھی ہو ہم جاپان میں شاہانہ طریقے سے رہنے ان لوگوں کے طرز زندگی اور جگہ جگہ انسان کی محنت وعظمت کے نشان دیکھنے پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں جس نے ہمیں یہ چانس دیا۔آج تھوڑی سی بوریت کے ساتھ ساتھ گھر کی یاد بھی ستا رہی تھی۔ہمارا پیارا ملک پاکستان جنت سے کم نہیں۔اگر ہم بھی جاپانیوں کی محنت اور لگن والی

عادات اپنالیں اور ملکی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینا شروع کر دیں تو سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لیکچرز ختم ہونے کے بعد 'Sea Aquarium' جسے روشن ہالہ (Ring of Fire) یا (Ring of Life) ہالۂ زندگی بھی کہتے ہیں، دیکھنے گئے۔یہ ایک بلند وبالا اور گول عمارت ہے اور اندر جا کر تو بس آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔سنا تھا کہ سمندر میں کوئی اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہوتی ہے۔یہاں جاپانیوں نے پوری دنیا کے سمندروں کی مخلوق کو اکٹھا کیا ہوا تھا۔انواع واقسام کی مچھلیاں، کچھوے، جھینگے، دریائی گھوڑے اور پتہ نہیں کیا کیا۔بس دیکھتے جائیے! اور حیران ہوتے جائیے! یہاں کا نظارہ بہت عجیب اور دلفریب ہے۔اوپر لاوا اگلتے پہاڑ ہیں اور نیچے سمندر اور ان کی بے بہا مخلوق۔پوری عمارت دیکھنے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا۔اس محیر العقول عمارت کو دیکھنے کے بعد جاپانی طرز کی ویلکم پارٹی ہماری منتظر تھی۔

مدہوش اینا میری

جاپانیوں کی ایک خوبی یہ ہے ہر وقت ہشاش بشاش، مسکراتے اور خوش رہتے ہیں۔ان کے چہرے پر نہ کوئی شکن آتی ہے اور شاید انہیں غصہ بھی نہیں آتا۔پارٹی میں شراب خوب چلتی ہے۔میرے شراب نہ پینے پر یہ لوگ حیران ہوتے ہیں۔جام خوب چھلکے۔اینا میری کہہ رہی تھی کہ میں مدہوش ہو چکی ہوں۔جاپانی پارٹی میں بھرپور طریقے سے حصہ لیتے ہیں۔پارٹی شروع ہونے سے پہلے کم پائی ہوتا ہے، جس میں مہمان خصوصی اپنا جام بھر کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کم پائی کہتا ہے اور دوسرے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔اس کے بعد تالیاں بجا کر جام پیئے جاتے ہیں۔پارٹی میں ایک نوجوان جاپانی کسٹم افسر سے ملاقات ہوئی جس نے کراچی میں کچھ دن گزارے تھے اس نے مجھے ''جیوے پاکستان'' والے نغمے کے کچھ بول سنا کر بہت حیران اور خوش کیا۔

پارٹی میں کھانا بہت بچ بچ کر کھایا اور مچھلی اور آلو کھانے پر اکتفا کیا۔ جاپانیوں میں تحائف دینے کا خاصا رواج ہے جو مجھے بہت اچھا لگا، کیونکہ چھوٹے چھوٹے تحائف پر خرچ تو کم آتا ہے لیکن اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ پارٹی کے اختتام پر تمام شرکاء کو ڈائریکٹر اوساکا کسٹم کی جانب سے سوونیئرز دیئے گئے۔

جاپان میں موسمِ بہار

آج جاپان میں 'National Holiday' ہے جو موسم بہار کو خوش آمدید کہنے کے لیے ہوتی ہے۔ بہار کی آمد آمد ہے۔ ہر طرف قسم قسم کے رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ جاپانیوں کے مطابق بہار کے موسم میں ہفتے میں چار دن گرم اور تین دن سرد ہوتے ہیں۔ آج ڈن ڈن ٹاؤن جانے کا پروگرام بنا۔ صبح ساڑھے دس بجے ہمارے انتظار میں تین خوب صورت دوشیزائیں اور مسٹر ماٹسوئی موجود تھے۔ جاپانی بھی عجیب خوش مزاج لوگ ہیں۔ یہ لوگ صبح سے شام گئے تک ہمارے ساتھ رہے اور چہرے پر ذرا شکن یا تھکن کے آثار نہ تھے۔ جیسے صبح مسکراتے ہوئے ملے تھے، ویسے ہی شام کو مسکراتے ہوئے سائنارا (خدا حافظ) کہہ کر رخصت ہوئے۔ ہمارے ہاں چھٹی کا دن ہو اور اس طرح کا مسئلہ آن پڑے تو پتہ نہیں کتنی دفعہ اپنے آپ کو کوسیں گے اور افسران بالا کو برا بھلا کہیں گے۔ 'Sub way' کے ذریعے، جو دو دفعہ بدلنا پڑی، ڈن ڈن ٹاؤن پہنچے، جہاں سنا تھا کہ

چیزیں سستی ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں پہنچ کر صورتحال اس کے برعکس نکلی۔ ہمارے جاپانی میزبان ہر چیز کو تاکائی (مہنگا) کہنے پر خوب محظوظ ہوتے تھے۔

اکیابارا

اس جگہ ہر طرف 'Electronics' کی بڑی بڑی دکانیں ہیں۔ ہر دکان تین چار فلورز پر مشتمل ہے۔ پہلے فلور پر مختلف 'Electronics' دوسرے پر کمپیوٹرز، تیسرے پر 'TV VCR'، چوتھے پر اور چیزیں۔ یہاں چونکہ اکیابارا کے مقابلے میں قیمتیں زیادہ تھیں اس لیے ہم نے 'Window Shopping' پر ہی اکتفا کیا۔ تقریباً دو بجے یہاں سے واپسی ہوئی۔ واپسی پر ایک لمبی گلی سے گزرے جس کے اردگرد دکانوں اور سٹورز کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔

پھول اور تتلیاں

حد نگاہ پھیلی ہوئی اس گلی میں مرد وزن کا جم غفیر تھا۔ خوبصورت لڑکے لڑکیاں ہاتھوں میں ہاتھ لیے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ خیر ہم بھی بچتے بچاتے، اپنی گائیڈ پر نظر جمائے سٹیشن پر پہنچے جہاں 'Subway' کے ذریعے ہمیں 'Castle Osaka' ''اوسا کا قلعہ'' جو ہزاروں سال پرانا قلعہ ہے، دیکھنے جانا تھا۔ یہاں بھی جاپانیوں کی عظمت رفتہ کے نشان نظر آئے۔ اگرچہ قلعہ کئی دفعہ برباد ہوا مگر جاپانیوں نے اسے اپنی اصلی حالت میں برقرار رکھا ہوا ہے۔ قلعہ میں بھی خوب رونق تھی اور ہزاروں تتلیاں یہاں بھی اپنے گلوں پر واری جا رہی تھیں اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنے کام میں خوب مگن تھیں۔ بہار کا موسم ہو، پھول کھلے ہوں اور مکمل آزادی ہو تو کس کافر کا دل نہیں مچلتا، سیفل کا دل بھی یہاں للچایا۔ رازی نے اسے کسی تتلی کے گرد گھیرا ڈالنے کے لیے تیار کیا۔ کھانے کا بدستور پرابلم ہے۔ بچتے بچتے آج ایک فاش غلطی ہو گئی۔ سنگاپور والے امین صاحب کا یہاں خوب اثر و رسوخ ہے۔ یہاں انہوں نے اپنے ایک جاپانی دوست مسٹر نگوٹا کو ہمارا خیال رکھنے کو کہا تھا،

جو شام کو سات بجے آئے۔ ہمارے کھانے کے لیے انہوں نے ایک ہندوستانی ریسٹورنٹ تلاش کر رکھا تھا۔ میں نے پردیپ کو بھی ساتھ لے لیا۔نگوٹا صاحب ہمیں ٹیکسی کے ذریعے گوٹاما ہندوستانی ریسٹورنٹ لے گئے۔ یہاں ہندوؤں کے بت اور پھر جاپانی ناریاں ہندوستانی ساڑھیاں پہنے عجیب و دلفریب منظر پیش کر رہی تھیں۔اس پہ مصداق انڈین میوزک اور سلمیٰ آغا کا گانا ''دل کے ارمان'' سب کچھ خالص ہندوستانی تھا۔ پردیپ تو خوب مست ہوا۔ بات ہو رہی تھی کہ کھانے میں غلطی کی۔ پردیپ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے میں بھول ہی گیا کہ یہاں چکن ہے۔ جب تندوری چکن کھالیا تو مجھے احساس ہوا کہ کتنی غلطی ہوگئی ہے۔ خیر اللہ سے معافی مانگی اور بعد میں سبزی کے سالن کے ساتھ تندوری روٹی کھا کر مزا دوبالا کیا۔ پھر اپنے گھر جیسی چائے ملی تو اور بھی لطف آیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نگوٹا صاحب اپنے گھر روانہ ہوئے اور ہم بذریعہ ٹیکسی واپس ہوٹل پہنچے۔

اینا میری کے ساتھ مکالمہ

جاپانیوں کے ہاں ایک بڑی اچھی بات یہ دیکھی کہ چاہے بڑا ہو یا چھوٹا اپنا ہر کام خود کرے گا، نہ کوئی اردلی، نہ خادم۔ ہمارے ہاں توبہ توبہ، چھوٹا سا براؤن صاحب پانی کا گلاس بھی خود اٹھا کر پینا شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ آج ہمیں جاپانی سسٹم میں کمپیوٹر کے استعمال کے بارے میں بتایا گیا۔ یہاں ہر کام کمپیوٹر ہی کرتا ہے۔ یہ سن کر اور بھی حیرانی ہوئی کہ کمپیوٹر کا موجودہ نظام 1999ء میں ختم کر دیا جائے گا۔ کلاس روم میں ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ایک دلچسپ مکالمہ ہوا:

اینا میری: ڈاکٹر! تم دن میں کتنی دفعہ نماز پڑھتے ہو؟

میں: پانچ دفعہ (اوقات بھی بتائے)۔

نیت: (جس کا کہنا ہے میں خدا کو نہیں مانتی) کیا ہر روز نماز پڑھنا پڑتی ہے؟

سیفل: (جو خیر سے مسلمان ہیں) ہاں! ہر روز۔

اینا میری: (سیفل سے) تم کیوں نہیں پڑھتے؟

سیفل: میں کمزور مسلمان ہوں۔

اچارا: نماز کی سال میں کوئی چھٹی نہیں ہوتی۔

رازی: نہیں! صرف عورتوں کے لیے مخصوص ایام میں نماز پڑھنا معاف ہوتا ہے۔

اینا میری: ڈاکٹر! میرے بچوں کے لیے بھی دعا کریں۔

میں: ضرور کروں گا۔

ہماری ڈاکٹری کے چرچے ادھر بھی خوب پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام جاپانی اور ساتھی ''ڈاکٹر'' کہہ کے پکارتے ہیں جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ سیفل کو پیشاب کی کوئی تکلیف تھی میں نے اسے ٹیسٹ اور چیک اپ کے لیے کہا۔ اسے انفیکشن نکلی تو وہ ہماری ڈاکٹری کا اور بھی قائل ہو گیا اور سارا دن اس کے بارے میں سوال پوچھتا رہا۔ آخر تان اس پر ٹوٹی کہ اسے شراب کا استعمال کم کر دینا چاہیے۔ ہوٹل واپس آتے ہوئے چند جاپانی حسیناؤں کو دیکھا جو روایتی جاپانی لباس میں ملبوس تھیں۔ ان سے کہہ کر ایک یادگار تصویر ان کے ساتھ بنائی۔ شام کو سیفل اور پردیپ کے ساتھ اکٹھے کھانا کھایا، دونوں کو پائے کا سالن بہت پسند آیا۔

کنسائی ایئرپورٹ۔سمندر میں شہر

کسٹم کی خوبصورت بس ہمیں لینے کے لیے صبح آٹھ بجے ہی پہنچ گئی، لیکن ایک ساتھی کے لیٹ ہونے کی وجہ سے ہم تقریباً آٹھ بج کر پینتالیس منٹ پر روانہ ہوئے۔آج ہمیں ''کنسائی'' بین الاقوامی ایئرپورٹ دیکھنے جانا تھا۔ایک گھنٹے کے سفر کے بعد کنسائی ایئر پورٹ پہنچے، جو تقریباً دوسال سے کام کر رہا ہے۔ یہ جدید ترین ایئرپورٹ بھی جاپانیوں کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ایئرپورٹ کیا ہے، ان لوگوں نے سمندر میں ایک شہر بسا رکھا ہے جہاں ہرقسم کی سہولیات موجود ہیں۔ ہزاروں لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ہر جگہ کلوز سرکٹ کیمرے لگے ہوئے ہیں اور آپ کی ایک ایک لمحے کی رپورٹنگ ہو رہی ہے۔ پوری عمارت بہت زیادہ جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ایک ٹرمینل سے دوسرے تک جانے کے لیے ایئرپورٹ کی خوبصورت ٹرین استعمال کرنا پڑتی ہے۔ یہاں کسٹم کا عملہ بہت فعال ہے۔سارا کام مشینیں کرتی ہیں، نہ کوئی جھگڑا ہوتا ہے نہ پیسوں کا غلط لین دین۔اپنا نمبر

لیں، پھر باقی سارا معاملہ 'Naccs' جو ان کا کلیرنس کا کمپیوٹر نظام ہے، پر چھوڑ دیں اور چند گھنٹوں میں آپ کو کلیرنس مل جائے گی۔

جاپان میں جگہ کم ہے تو ان لوگوں نے زمین کا سینہ پھاڑ کر اس کے اندر شہر بسا لیے ہیں۔کسی بھی 'Subway' میں داخل ہو جائیں، آپ کو نیچے پوری پوری بستیاں آباد ملتی ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے کسی شہر میں پھر رہے ہیں۔زمین کے نیچے تو ان کے کارنامے دیکھے ہی تھے لیکن سمندر کے بیچ ایک بہت عالی شان اور بہت بڑھیا درجے کا ایئرپورٹ، جس کے مقابلے میں ہمارا کراچی کا جناح ایئرپورٹ بہت ہی چھوٹا نظر آتا ہے، واقعی ایک ایسا کارنامہ ہے جو دیکھے بغیر دیومالائی اور مافوق الفطرت بات لگتی ہے۔اس ایئرپورٹ پر ہم نے کسٹم کے متعلق مختلف مراحل طے ہوتے دیکھے۔شام کو ہم گھومنے کے لیے نکلے اور اکیلے 'Subway' کا سفر کیا۔ یہاں نظروں کی حفاظت کرنا بہت مشکل ہے۔جاپانی گڑیوں پہ نظر پڑتی ہے تو ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔اس کے علاوہ جدھر جائیے! بندوں سے زیادہ خواتین اور لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ٹرین میں آپ کھڑے ہیں تو یہ آپ کے ساتھ کھڑی ہوں گی اور پھر کسٹم والی جاپانی دوشیزائیں بھی مہمانوں کی خوب بلائیں لیتی ہیں۔

جاپانی شادی کا منظر

آج یوم قرارداد پاکستان ہے۔صبح اٹھ کر پاکستان کی خوشحالی اور بہتری کے لیے دعا کی۔ جاپان ٹائمز میں پاکستان کے بارے میں دوصفحات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی کہ ہمارا پیارا ملک بھی خوب ترقی کرے اور دنیا کی بہترین قوموں میں اس کا شمار ہو۔ انڈونیشی ساتھی رحمت نے یوم پاکستان کی مبارک باد دی، جس کی مجھے بہت خوشی ہوئی۔دس بجے کے قریب 'Subway' کے ذریعے جاپان کے قدیم ترین شہر 'Nara' کے لیے روانہ ہوئے۔ تین جاپانی دوشیزائیں اور دو دوسرے دوست، بشمول یاشو جو ہمارے ساتھ بہت گھل مل گیا ہے، ساتھ تھے۔ایک گھنٹے کے سفر کے بعد نارا شہر پہنچے جسے جاپان کے پہلے دارالخلافہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہاں جدید اور قدیم کا حسین امتزاج نظر آیا۔ اگرچہ منی اسکرٹ والی جاپانی گڑیاں یہاں بھی مچلتی، تھرکتی دکھائی دیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ جاپان کا قومی لباس (تمونو) پہنے بھی کئی دوشیزائیں اور بڑی عمر کی خواتین نظر آئیں۔ یہاں ہم نے نارا پارک اور میوزیم دیکھے۔ بدھ عبادت گاہیں پگوڈا اور 'Shrines' کی

یہاں بہتات ہے۔ یہاں کی ایک بڑی عبادت گاہ میں جاپانی شادی کا خوبصورت منظر دیکھا۔عبادت گاہ کے اندر دولہا دلہن کے اردگرد چند لوگ جمع تھے اور رسومات جاری تھیں۔ آخر میں دولہا دلہن نے جھک کر سب کو سلام کیا۔ جاپان میں بھی شادی کے مسائل دوسرے ممالک کی طرح ہیں۔اگرچہ نوجوان لڑکے لڑکیاں ہر جگہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بکثرت نظر آتے ہیں اور بقول ہمارے جاپانی (یاشو) اس بات کی کھلی آزادی ہے اور اس اختلاط کو، جو اکثر ساری حدیں پار کر لیتا ہے، کوئی برا نہیں سمجھتا۔ یاشو نے بتایا کہ اس نے اپنی دوست سے تعلقات اس وجہ سے ختم کیے، کیونکہ اس کے پاس کوئی ٹائم نہیں ہے۔ شادیاں عموماً لڑکیاں اٹھائیس سال سے تیس سال تک اور لڑکے تیس پینتیس سال تک کرتے ہیں اور طلاق کی شرح بہت زیادہ ہے۔

انٹرنیشنل میٹنگ

یاشو نے شام کو ہمارے ساتھ رہنا پسند کیا۔ رات کو سیفل کے کمرے میں لمبی انٹرنیشنل میٹنگ ہوئی اور اس کے بعد کھانا، اس موقع پر گفتگو کے دوران پاکستانی، انڈونیشیا، جاپانی، ملائیشی، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی سوسائٹی کے پس پردہ گوشوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق اپنی اپنی سوسائٹی کے بارے میں بتایا۔ یاشو کی یہ بات سن کر مجھے حیرت ہوئی کہ فلاں لڑکی اسے اس لیے پسند نہیں، کیونکہ وہ کسی بھی مرد سے گھلنے ملنے میں ذرا دیر نہیں لگاتی۔ اس سوسائٹی میں اس طرح کی بات سن کر میں حیران ہوا۔ مرد خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے ہوں جب وہ اکٹھے ہو جائیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ صنف نازک، جو یہاں نازک نہیں، بلکہ کندھے سے کندھا ملا کر چلتی ہے، کے بارے میں بات نہ کریں۔ خیر خوب باتیں ہوئیں اور ہر ایک نے اپنا دامن بچانے کی اپنی سی کوشش بھی کی۔

کوبے کا زلزلہ اور حوصلہ مند جاپانی

جاپان آنے سے پہلے پچھلے سال جنوری میں 'Kobe' میں آنے والے زلزلہ کے تباہ کاریوں کا تذکرہ بہت سنا تھا اور دل میں خواہش تھی کہ کوبے ضرور جانا ہے۔ پھر سنگاپور والے امین صاحب نے یہ بتا کر خواہش اور بھی بڑھا دی کہ زلزلہ سے 'Kobe' کی تقریباً تمام بڑی عمارتیں زمین بوس ہوگئیں اور خدا نے ایسی جگہ، جہاں زیادہ تر اس کا انکار کرنے والے ہیں، اپنے گھر کو بالکل محفوظ رکھا۔ مگر خواہش کے باوجود وہاں جانے کا کوئی پروگرام بن نہ پا رہا تھا۔ آج صبح جب پردیپ نے اپنے ایک دوست کے ہاں 'Kobe' جانے کا پروگرام بنایا تو ''اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں'' کے مصداق، ہماری تو گویا باچھیں کھل گئیں اور سیفل کو ساتھ لے کر بذریعہ ٹرین کوبے سٹیشن پہنچے جہاں مسٹر ایشور ہمیں لینے کے لیے موجود تھے۔ ایشور صاحب بالکل جاپانی لگتے ہیں اور ایسی روانی سے جاپانی زبان میں گفتگو کرتے ہیں کہ جاپانی بھی دھوکا کھا جائیں۔ شہر کی سیر کے بعد وہ ہمیں ایک ہندوستانی

ریسٹورنٹ لے گئے۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے، اس لیے اس دفعہ گوشت نہ کھانے کا عہد کیا، مگر جب مچھلی اور سبزی کھا چکے تو پتہ چلا کہ یہاں حلال گوشت بھی ملتا ہے، تو تھوڑا سا ملال ضرور ہوا۔ خیر کہتے ہیں کہ دانے دانے پر مہر ہوتی ہے، جو مقدر میں تھا کھا لیا۔

کھانے کے بعد ایک دفعہ پھر ایشور صاحب نے ہمیں پورے شہر کی سیر کرائی اور ساتھ ساتھ زلزلے کی تباہ کاریوں کا تذکرہ بھی کرتے رہے۔ یہ زلزلہ 17 جنوری 1995ء کو صبح ساڑھے پانچ بجے کے قریب آیا اور زبردست جھٹکوں کے ساتھ بڑی بڑی عمارتیں اور پل زمین بوس ہوگئے اور منٹوں میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ اس قوم کی ہمت اور صبر کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے کسی سے کوئی مدد قبول نہ کی اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں 'Kobe' کا تقریباً پہلے والا نقشہ بنا دیا۔ اگرچہ بعض جگہ زلزلے کے آثار نظر آتے ہیں اور تعمیری کام جاری ہے مگر اسّی (80) فیصد سے زیادہ کام ہو چکا ہے۔ کوبے کی مسجد دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ بہت دل مچلا کہ دو نفل پڑھ لوں مگر ایک تو مسجد بند تھی، دوسرے ساتھیوں کا خیال کر کے اس خواہش کو دبا لیا اور مسجد کو باہر سے بار بار دیکھ کر دل اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔

رنگ بدلتا موسم

جاپان میں موسم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ ذرا سی دیر میں آسمان جو ابھی بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی، ابر آلود ہو جاتا ہے اور کیا پتہ بارش بھی شروع ہو جائے۔ کل رات سے بارش کا سلسلہ جاری ہے جس کی وجہ سے سردی خاصی زیادہ ہوگئی ہے۔ لیکن سردی صرف باہر نکلتے وقت محسوس ہوتی ہے، جونہی آپ کسی کمرے میں یا کسی بلڈنگ کے اندر داخل ہوں موسم بالکل بدل جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ ہیٹر کا نظام ہے۔ ہوٹل کی لابی سے نکل کر کسٹم کی خوبصورت اور گرم بس میں سوار ہوئے جس سے سردی پلک جھپکنے میں غائب ہوگئی۔ آج کنسائی ایئرپورٹ کے قرب و جوار میں کسٹم کے مختلف مراحل کو دیکھا۔ اس کے علاوہ کسٹم میں تربیت یافتہ کتوں کے کرتب دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ ان کتوں کی بودوباش، ٹریننگ اور حفاظت کے لیے بھی ایک عالیشان عمارت بنائی گئی ہے، جس میں تربیت کے ساتھ ساتھ کھانے کے لیے علیحدہ جگہ اور ایک باقاعدہ ہسپتال تک بنایا

گیا ہے۔ جاپانی جو بھی کام کرتے ہیں اس کو انتہا تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ یہاں تمام کام مشینیں ہی کرتی ہیں، انسان کا عمل دخل بہت کم ہے۔ جہاں چلے جائیں ہر جگہ مشینیں آپ کی خدمت اور آپ کے مسائل کے حل کے لیے موجود ہیں۔ اوساکا کسٹم کے جنرل پوسٹ آفس کا بھی یہی حال تھا جہاں ہر کام کمپیوٹر کے ذریعے ہوتا ہے۔

جاپان میں اکثریت بدھ مت کی پیروکار ہے۔ جب بھی جاپانیوں سے اس بارے میں بات ہوئی تو ان کا کہنا تھا کہ ہمارا کوئی مذہب نہیں۔ کبھی کبھی ماں باپ کے کہنے پر کسی عبادت گاہ (Shrine) یا مندر (Temple) چلے جاتے ہیں اور یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ادھر جا کر کرنا کیا ہے۔ کئی مندروں (Temple) میں بوڑھے افراد کو ہاتھ باندھے کھڑے اور کچھ بڑبڑاتے دیکھا۔

کسٹم سے فارغ ہونے کے بعد ایشیا ٹریڈ سنٹر کی بلند و بالا عمارت کا دورہ کیا۔ اس جگہ اپنے پیارے وطن کی بنی ہوئی اشیاء دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ سمندر کے کنارے بنی ہوئی اس عظیم الشان اور خوب صورت عمارت میں تمام ایشیائی ممالک کی مصنوعات رکھی ہوئی تھیں۔ سب ساتھی اپنے ملک کی مصنوعات کی جگہ ڈھونڈ کر جاپانی میزبانوں سے داد وصول کرتے رہے۔ آج سنگاپور والے امین صاحب اوساکا آئے ہوئے تھے۔ مسٹر نگوٹا نے فیکس بھیجا کہ رات ساڑھے نو بجے انڈین ریسٹورنٹ میں کھانے کے لیے پہنچ جائیں۔ دیارِ غیر میں اکیلے جگہ ڈھونڈنا بڑا مسئلہ تھا۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے میری مشکل آسان کر دی۔ اس نے دو چار بندوں سے پوچھ کر ریسٹورنٹ پہنچایا جہاں مسٹر نگوٹا ایک دفعہ پھر مزیدار انڈین کھانے خاص کر سبزی والی تھالی کھا کر گھر کی یاد آ گئی۔

چائے نوشی کی خوبصورت رسم

آج کا سارا دن صبح سے لے کر شام تک، اوسا کا کسٹم ہاؤس میں لیکچرز میں گزرا۔ کسٹمز کی عالمی تنظیم کے نمائندے مسٹر 'Sheehy' اس ٹریننگ کے سلسلے میں جاپان آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی دل جمعی سے ہمیں 'Information Technology' کی نئی جدتوں سے روشناس کرایا، جو اگرچہ ترقی پذیر ممالک کے لیے نئی ہیں مگر ترقی یافتہ ممالک میں کئی سالوں سے جاری ہیں۔ ان کے خیال میں جب تک ہم ان کو نہیں اپنائیں گے، کام نہیں بنے گا، کیونکہ قرضے دینے والی عالمی تنظیمیں مثلاً عالمی بینک اور IMF ایسا چاہتی ہیں اور ان کی شرائط پوری کیے بغیر ان سے مدد اور قرضے حاصل کرنا ممکن نہیں۔

جاپانی میزبانوں نے ہمارے آرام اور دلچسپی کا پورا خیال رکھا ہوا ہے۔ اس مصروف ترین دن کے بعد کافی بوریت ہو رہی تھی شاید میزبانوں نے بھی اس بات کو بھانپ لیا اور آج ہمیں اپنے کلچر کی ایک خوبصورت روایتی تقریب دکھانے کا اہتمام کیا،

جس کو 'Tea Ceremony' یا ''چائے نوشی کی رسم'' کہا جاتا ہے۔ تقریب میں جاپانی دوشیزائیں اور کچھ جاپانی خواتین اپنے روایتی لباس میں ملبوس، مہمانوں کی تواضع جاپانی چائے سے کرتی ہیں۔ سب سے پہلے جوتے اتار کر ایک کمرے میں داخل ہوں اور آرام سے دوزانو بیٹھ جائیں۔ میزبان دوشیزہ آپ کے لیے پہلے خاص قسم کی مٹھائی لائے گی۔ پیش کرنے کا انداز بہت خوبصورت ہے۔ سب سے پہلے وہ آپ کے سامنے اپنے خاص انداز میں جھک کر کورنش بجا لائے گی اور ایک خوبصورت کاغذ میں خاص قسم کی مٹھائی پیش کرے گی، جسے لینے کے بعد آپ بھی جاپانی انداز میں جھک کر اس کا شکریہ ادا کریں۔ اکثر ساتھی شرکاء میزبان کے سامنے بڑے بھونڈے طریقے سے جھکتے رہے جس پر ہمارے جاپانی میزبان خوب محظوظ ہوئے۔ یہی طریقہ برتن اٹھاتے ہوئے اپنایا جاتا ہے۔ مٹھائی کے بعد ایک جاپانی خاتون نے اندر آ کر ایک خاص انداز سے چائے پیش کی۔ چائے پینے کے بعد ہم سب نے جاپانی انداز میں جھک کر میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔ ہماری خواتین ساتھی پھول سجانے کا جاپانی انداز سیکھنے کے لیے رک گئیں۔ رات کو ہمارا جاپانی یار یاشو ہمارے ساتھ ہوٹل ہی میں رک گیا اور رات کھانے کی میز پر عالمی مسائل پر سیر حاصل بحث ہوئی۔

سارے جہاں سے اچھا پاکستان ہمارا

دیارِ غیر میں آج 17 واں دن ہے۔ اگرچہ اس سارے عرصے میں دلچسپی اور آرام کے تمام لوازمات ساتھ ساتھ دنیا کی بہترین سہولتیں حاصل رہیں، بہتر سے بہتر ہوٹل میں قیام کیا اور ایسی ایسی جگہیں دیکھیں جن کا کبھی تصور بھی نہ کیا تھا، مگر ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرا ہوگا جب اپنے پیارے پاکستان کی یاد نہ آئی۔ ساری ترقی اور ساری خوبیاں اپنی جگہ، لیکن اس حقیقت کا پتا ملک چھوڑ کر ہی لگتا ہے کہ سارے جہاں سے اچھا پاکستان ہمارا۔

کل کی طرح آج کا بیشتر حصہ بھی مسٹر شی ہی کے لیکچرز سنتے گزرا۔ ایک دفعہ پھر ماڈرن ٹیکنالوجی کے اسرار و رموز اور ان کے فوائد پر سیر حاصل بحث ہوئی۔ ان کے مطابق دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ممالک میں کسٹم کا سارا کام صرف کمپیوٹر کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ بل آف انٹری فائل کرنے سے لے کر کلیئر ہونے تک کے تمام مراحل میں آدمی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ میں سارا دن اسی سوچ میں گم رہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو اپنا تو سارا نظام بدلنا پڑے گا،

جہاں اکثر کام کمپیوٹر کے بغیر ہوتا ہے۔ (اب پاکستان میں بھی کسٹم کلیئرنس weboc کے ذریعے ہو رہی ہے) جوں جوں دن گزرتے جا رہے ہیں جاپانی ہم سے اکتانے کے بجائے بہتر سے بہتر ہمارا خیال رکھ رہے ہیں۔ جاپانی دوشیزائیں سب سے بڑی محبت اور اپنائیت سے پیش آتی ہیں۔ ہر ایک کا خیال رکھتی ہیں، مگر ان کے اس رویے سے کچھ ساتھی تھوڑی سی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں اور طرح طرح کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے ہیں۔

ہوٹل کے آس پاس جس جگہ بھی جائیں قسم قسم کے کھانوں اور مختلف اشیاء کی دکانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان دکانوں اور سٹورز پر زیادہ تر صاف ستھری، خوب صورت الہڑ جاپانی دوشیزائیں مسکرا کر آپ کا استقبال کرتی ہیں۔ آپ جتنی دیر دکان اور دکان والیوں کی 'Window Shopping' کرتے رہیں ان کے خوب صورت چہرے پر ذرا شکن نہیں آئے گی۔ ہمارے ساتھی سیف الاسلام خوب سوال کرتے ہیں اور وہ بے چاری اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ہر سوال کا جواب مسکرا کر دینے کی اپنی سی کوشش کرتی ہیں۔ بڑی دکانوں پر کام کرنے والی اکثر جاپانی دوشیزائیں کالج یا یونیورسٹی کی سٹوڈنٹ ہیں اور ماں باپ پر بوجھ بننے کے بجائے اپنی تعلیم کا خرچ خود اٹھاتی ہیں۔ یہ سن کر میں نے دل ہی دل میں ان کم سن حسیناؤں کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

اور میڈم کوری کا نشہ نہ ٹوٹا

آج صبح ہم ساڑھے آٹھ بجے جاپان کے ایک پرانے شہر کیوٹو روانہ ہوئے۔ کیوٹو اوراوسا کا کافی فاصلے پر ہیں۔ کسٹم کی بس نے یہاں پہنچنے میں تقریباً دو گھنٹے لگا دیئے۔ یہاں اکثر سڑکیں بہت کشادہ اور خوبصورت ہیں۔ ان سڑکوں پر گاڑیاں 100 کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار سے بھاگتی ہیں۔ راستے میں فلائی اوور پلوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ دو تین لمبی سرنگوں (Tunnel) سے بھی گزرے جو پہاڑوں کا سینہ چیر کر بنائی گئی تھیں۔

کیوٹو جاپان کا ایک صنعتی شہر ہے۔ اسے نارا کے بعد جاپان کا دوسرا دارالخلافہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ نارا کی طرح یہاں بھی قدیم اور جدید کا امتزاج نظر آیا۔ سب سے پہلے کیوٹو کسٹم میں چند گھنٹے گزارے۔ اس کے بعد ایک بڑے سٹور میں گئے جہاں مختلف النوع اشیاء کی سیل لگی ہوئی تھی۔ اس جگہ سب دوستوں نے اپنی بساط کے مطابق خریداری کی، کیونکہ جوں جوں دن گزرتے جا رہے ہیں جیبیں ہلکی ہوتی جا رہی ہیں اور آہستہ آہستہ بات جاپانی ین سے ہٹ کر ہندوستانی اور پاکستانی روپے، بنگلہ دیشی ٹکا اور تھائی بھات وغیرہ پر آن پہنچی ہے۔ ایک دفعہ پھر روایتی جاپانی ریسٹورنٹ میں، روایتی جاپانی کھانا

کھانے کا موقع ملا۔ میرے جیسے بندے کے لیے اس طرح کے کھانے کا نظارہ اور پھر اس میں سے چُگ چُگ کر کھانا جان جوکھوں کا کام ہے۔ پھر کھانے کے ساتھ جو شراب کا دور چلتا ہے وہ بھی دیکھنے والا منظر ہوتا ہے۔ جاپانیوں نے کھانے پینے کی اپنی روایات بنا رکھی ہیں۔ شراب یا بیئر پیتے وقت ایک طریقہ یہ ہے کہ آپکا جام ساتھ والا بھرے گا۔ میرے گلاس کو میڈم کوری نے جوس سے بھر دیا اور اب وہ اس انتظار میں تھی کہ میں بھی ساقی بن جاؤں اور اس کو جام لبریز کر کے دوں۔ روایتی مشرقی پن اور حجاب آڑے تھا اور کوری کا نشہ ٹوٹ رہا تھا کہ ہمارے جاپانی یار یاشو نے صورت حال کی نزاکت بھانپتے ہوئے کوری کے لیے جام بھرا اور یوں ہم دونوں کی جان میں جان آئی۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم نے کیوٹو کی مشہور ترین عبادت گاہ کی سیر کی۔ یہ لمبا چوڑا اور خوبصورت ٹیمپل سیاحوں کے لیے بہت کشش رکھتا ہے اور اسے 'Golden pavillion' کا نام دیا گیا ہے۔ اس جگہ مندر نما اور بھی کئی عمارتیں ہیں، لیکن سب سے زیادہ خوب صورت چیز تالاب کے عین بیچ سنہری عمارت ہے جو ایک خوبصورت منظر پیش کرتی ہے اور سیاحوں کو بجا طور پر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہاں کی یاترا کے لیے بہت سے لوگ جمع تھے۔ کیوٹو ایک صنعتی شہر ہے اور کئی مشہور جاپانی فرموں کی فیکٹریاں بھی موجود ہیں۔

رات کا کھانا سیفل کے ساتھ کھایا۔ سیفل سے راہ ورسم بڑھ گئی ہے اور کافی باتیں کھل کر ہوئی ہیں۔ بڑا کھلا آدمی ہے اور بات لگی لپٹی رکھے بغیر کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ بنگلہ دیش میں ہندو لوگ اچھی خاصی تعداد میں ہیں اور بنگلہ دیشی ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتے۔ ویسے بھی ان کو تمام حقوق حاصل ہیں، مگر ہندو ذہنیت کبھی بھی دل سے اس بات کو نہیں نکال سکتی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اور یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ تجارت پر ہندوؤں کا قبضہ ہے اور اکثر ہندو بنکوں سے بڑے بڑے قرضے لینے کے بعد کاروبار شروع کر کے بعد میں سارے اثاثے بیچ کر اپنے ملک کا رخ کر لیتے ہیں اور یوں اس غریب ملک کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو کلچر پورے ملک میں بڑی تیزی سے سرایت کر رہا ہے۔

تحائف کا تبادلہ

رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ تحائف اور ہدیہ دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔اس حدیث کی صحیح تفسیر جاپانی لوگ ہیں۔ یہ لوگ تحائف لینا اور دینا بہت پسند کرتے ہیں۔ چاہے آپ چھوٹی سے چھوٹی چیز ان کو بطور تحفہ دیں، یہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے۔اپنی زبان میں سب سے پہلے حیرانی اور خوشی کا اظہار اپنے انداز میں کریں گے۔ پھر اپنے پیارے اور نرالے انداز میں جھک کر آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ان کی ان پیاری اداؤں کو دیکھ کر سب کچھ ان پر لٹا دینے کو جی چاہتا ہے۔

کسٹم کی عالمی تنظیم کے لیکچررز نے ہمیں اچھے لیکچرز دیئے مگر مسٹر شی ہی بھی جوان آدمی ہیں اور صنف نازک مرد کو اپنی طرف ضرور کھینچتی ہے۔ بقول سیفل وہ لیکچرز سے زیادہ تھائی لینڈ اور جاپان کو سر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے روز کی طرح 'Aquarium' کے وسیع وعریض لان میں کھایا۔اس جگہ بہت سے نوجوان لڑکے لڑکیاں اور

کئی خاندان کھانے کے لیے آتے ہیں۔آپ کو لائن میں لگ کر خاصی دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔کھانے کے بعد نوجوان آرٹسٹ کو جس نے آج اپنی تصویریں اور پینٹنگز دکھانے کا وعدہ کیا تھا، ملنے کے لیے گئے۔

سکوموٹو سے ملاقات

حسین وجمیل سائے سکوموٹو جو آرٹسٹ سے زیادہ جاپانی گڑیا لگتی ہے، مجھے اور سیف الاسلام کو دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائی اور دوڑ کر اپنی ایک پینٹنگ اور کیمرہ سے بنائی ہوئی خوبصورت تصاویر لے آئی، سکوموٹو ابھی سیکھنے کے مراحل میں ہے۔ پارٹ ٹائم ایک آرٹ گیلری میں سیلز گرل کی حیثیت سے کام کرتی ہے، تاکہ پڑھائی کا خرچ ماں باپ پر نہ پڑے۔ اس کی زیادہ تر تصاویر اور پینٹنگز 'Objective' ہیں۔ اس نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ان کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں نے انسان میں اچھائی اور برائی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ اگلے دو دن چھٹی کے تھے۔سیف الاسلام نے دوبارہ ملنے کو کہا تو سکوموٹو نے کہا کہ کل مجھے اس جگہ کام کرنا ہے اور پرسوں اپنے دوست لڑکے کے ساتھ وقت گزارنا ہے۔ یہاں ہر جوان لڑکی سن بلوغت کو پہنچتے ہی اور بعض اس سے پہلے کسی نہ کسی دوست لڑکے کو اپنا آئیڈیل بنا لیتی ہے۔ ہم دونوں نے سکوموٹو کی تصویروں کی دل کھول کر تعریف کی جس پر اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔کافی دلچسپ اور سیر حاصل گفتگو کے بعد ہم نے اس پیاری لڑکی سے اجازت طلب کی۔اس نے آگے بڑھ کر ہمارے ساتھ ہاتھ ملایا، اپنے نرالے اور پیارے انداز میں محبت اور خوشی کے جذبات اور آنکھوں میں تشکر لیے جھک کر ہمیں خدا حافظ کہا۔شام کا پروگرام بھی بہت دلچسپ رہا۔آج چونکہ اوسا کا میں ہمارا آخری دن تھا، سب لوگ خوشی منانے اور راگ ورنگ کی محفل کے موڈ میں تھے۔لہٰذا ہوٹل کے پاس ایک کلب گئے جہاں ایک کمرہ جس میں گانے کے تمام لوازمات موجود تھے،

دو گھنٹے کے لیے کھانے کے ساتھ تیس ہزار ین میں ملا۔ اپنی پسند کے گانے کا انتخاب کر کے گانا شروع کریں، موسیقی کے ساتھ گانے کے بول سامنے ٹی وی پر آتے جائیں گے۔ آپ کا کام گانا اور 'Enjoy' کرنا ہے۔ تمام ساتھیوں نے خوب گانے گائے۔ زیادہ تر باتھ روم سنگر تھے مگر فلپائن کی اینا میری اور جاپانی گڑیا کاشی وارا نے محفل لوٹ لی۔ اس دوران خوب شراب اڑی اور جاپانی انداز میں (کمپائی) کر کے لوگوں نے جام سے جام چھلکا کر مزے اڑائے۔ شراب کے ساتھ ساتھ مختلف جاپانی کھانے بھی آتے گئے اور وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔ ٹائم ختم ہوا تو گھنٹی بج گئی اور یوں یہ مزے دار محفل تمام ہوئی۔

اوساکا کسٹم کی دو جاپانی دوشیزائیں ماٹسومورا اور کاشی سارا اوساکا میں قیام کے دوران ہر وقت ہمارے ساتھ رہیں اور ہر طرح سے آرام کا خیال رکھا۔ میں نے ان کی خدمت میں دو پاکستانی شرٹس پیش کیں تو وہ خوشی سے پھولی نہ سمائیں اور خوب صورت جاپانی انداز میں جھک کر شکریہ ادا کیا۔

جاپانی لڑکے اور لڑکیاں

جاپان میں سرکاری دفاتر اور دوسرے نیم سرکاری ادارے ہفتہ اور اتوار کو بند رہتے ہیں۔ مگر یہاں تمام مارکیٹیں اور دکانیں معمول کے مطابق کھلتی ہیں، بلکہ معمول سے کچھ زیادہ کاروبار کرتی ہیں۔ چھٹی والے دن سٹیشنوں، پارکوں اور دکانوں پر غیر معمولی رش ہوتا ہے اور ہر عمر کے لوگ اپنی اپنی عمر کے مطابق اپنی دلچسپی کا سامان لیے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور من خوش کرنے کے سارے جتن کرتے ہیں۔

جاپانی بہت ہی آزاد خیال لوگ ہیں۔ جوان لڑکے لڑکیوں کو تعلقات بنانے اور رات کو دیر تک گھر سے باہر رہنے کی کھلی آزادی ہے۔ لڑکی ذرا سا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے تو آزاد رہنا پسند کرتی ہے، یا پھر اپنے دوست لڑکے کے ساتھ۔ شادی کے بندھنوں سے آزاد یہ تعلق سالوں بھی چل سکتا ہے اور ہفتوں بھی۔ پکی عمر میں شادی کا سوچتے ہیں

ورنہ ایسے ہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اگر شادی ہو بھی جائے تو زیادہ دیر نہیں چلتی۔ یہ جاپان کا کلچر ہے اور اس میں یہ لوگ خوش ہیں۔

ملائیشیا کے رازی اور بنگلہ دیش کے سیف الاسلام

آج چونکہ کسی قسم کا کوئی پروگرام نہیں تھا اس لیے زیادہ وقت کمرے میں گزرا۔ دوپہر کو کمرے سے باہر نکلا اور تقریباً ایک گھنٹہ تک اوساکا کی سڑکوں پر گھومتے ہوئے تھوڑے سے گنجان علاقہ میں نکل گیا، جس پر اپنے علاقے کا گمان ہوتا تھا۔ رات کا کھانا ملائیشیا کے رازی بن محمد کے ساتھ کھایا۔ رازی بہت ہی خوش مزاج اور شرارتی ذہن کے ہیں اور پاکستانی کھانے خوب مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شراب اور بیئر سے بھی خوب لگاؤ ہے اور پارٹی میں جام بھر بھر کر پیتے ہیں۔ ان سے ملائیشیا کے بارے میں بات ہوئی اور یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ ملائیشیا اپنے عظیم لیڈر مہاتیر بن محمد کی قیادت میں بہت ترقی کر رہا ہے۔ یونیورسٹیوں کا جال بچھا ہوا ہے اور شرح خواندگی دن بدن بڑھ رہی ہے اور لوگ معاشی طور پر خوشحال ہیں۔ کچھ دیر بعد بنگلہ دیش کے ساتھی سیف الاسلام بھی آن پہنچے اور بنگلہ دیش کی سیاست پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ میں ہمہ تن گوش ہو کر اپنے بچھڑے ہوئے بھائی کی باتیں سنتا رہا۔ بلاشبہ شیخ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کا بہت بڑا لیڈر تھا اور جب وہ پاکستان سے رہا ہو کر بنگلہ دیش پہنچا تو لوگوں نے اس کا فقید المثال استقبال کیا۔ وہ اس کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار تھے، لیکن اس کے ساڑھے تین سال کے عرصہ اقتدار میں کرپشن کا زہر پورے ملک میں پھیل گیا۔ اس کے بیٹوں کی عیاشیوں کی کہانیوں نے لوگوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ حکومت کے اخباروں کے سوا باقی سب پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس نے اپنی حفاظت کے لیے سپیشل فورس ''راکھی باہنی'' بنالی۔ پھر جب فوج نے بنگلہ بندھو سمیت پورے خاندان کو تہہ تیغ کر دیا تو بنگلہ دیش کے خالق لیڈر کے مرنے پر نہ کسی

نے سوگ منایا اور نہ کوئی آنکھ اشک بار ہوئی۔ یہ حشر ہوتا ہے عوام کو دھوکہ دینے والوں کا۔ اس کے بعد مشترکہ مسائل کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں اور focus اس بات پر رہا کہ ہمارے ممالک کب ترقی کریں گے؟ کب لوگ اپنے ذاتی مفاد کو ملی مفاد پر قربان کرنے کا سوچیں گے؟ اس طرح کی کافی باتیں ہوتی رہیں اور تان اس پر ٹوٹی کہ مایوسی گناہ ہے انشاء اللہ اچھے دن ضرور آئیں گے جب ہمارے ممالک بھی ترقی کریں گے۔

کوبے کی جامع مسجد اور نماز

جاپان میں آج کا دن میرے لیے عید سعید سے کچھ کم نہیں، کیونکہ آج میں نے مسٹر نگوٹا کے ہمراہ 'Kobe' جانا تھا۔ اس دفعہ وہاں جانے کا مقصد صرف اور صرف کوبے کی خوبصورت مسجد میں جا کر خدا کے حضور سجدہ ادا کرنا تھا۔ اگرچہ گزشتہ اتوار یہاں آئے تھے مگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ صبح سویرے ہی جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اپنی بہترین شلوار قمیض مع واسکٹ زیب تن کی اور نگوٹا صاحب کے ساتھ ایکسپریس ٹرین کے ذریعے کوبے پہنچ گئے۔ کچھ دیر تلاش کے بعد مسجد مل گئی۔ خدا کے گھر میں کچھ شناسا سا چہرے نظر آئے۔ جاتے ہی السلام علیکم کہا۔ مسجد میں کچھ جاپانی مسلمان بچے اور کچھ باپردہ بہنیں بھی نظر آئیں۔ اندر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اگرچہ جماعت ہو چکی تھی لیکن ایک انڈونیشی بھائی اور اپنے ایک ہم وطن پاکستانی جو یہاں طالب علم ہیں، آ گئے اور مجھے خدا کے اس گھر میں امامت کا شرف حاصل ہوا۔ نگوٹا صاحب

اس ساری کارروائی کے دوران مسجد میں مودب بیٹھے رہے۔ میں نے خدا سے گڑگڑا کر سارے عالم کی ہدایت اور امام کی سربلندی کے لیے دعا کی۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد مسجد سے باہر نکلے تو ایک روسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہوگئی جو کینیڈا میں مقیم ہیں اور یہاں جاپان کی سیر کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آج اپنی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ میں نے نگوٹا صاحب کا جاپانی انداز میں جھک کر شکریہ ادا کیا اور دل ہی دل میں ان کی ہدایت کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد 'Kobe' شہر کی سیر کی۔ شہر میں خوب چہل پہل تھی، کیونکہ آج چھٹی کا دن تھا اور فارغ لوگ عمومی طور پر، نوجوان جاپانی بالخصوص جوڑوں کی صورت میں، کھلے بندوں اظہار محبت کرتے جھومتے نظر آ رہے تھے۔ جاپانی چلتے خوب ہیں۔ چلتے کیا اکثر بھاگتے نظر آتے ہیں۔ تقریباً ساڑھے چار بجے کے قریب نگوٹا نے ایک انڈین ریسٹورنٹ ڈھونڈ نکالا، جہاں حلال گوشت بھی مہیا تھا۔ مگر میں نے سبزی کھانے کو ترجیح دی اور سپیشل سبزی تھالی کے ساتھ نمکین لسی کا آرڈر دیا۔ انڈین تھالی ایک بڑی گول ٹرے ہوتی ہے جس میں چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں مختلف قسم کی سبزیاں اور دہی رکھی ہوتی ہیں۔ سارا دن گھومنے پھرنے کی وجہ سے بھوک زوروں پر تھی۔ خوب ڈٹ کر کھانا کھایا اور ساری تھالی کو صاف کر کے دم لیا۔ یہاں ایک ویٹر سے بھی ملاقات ہوئی جو اگرچہ ترکی سے تھا مگر شادی ایک جاپانی خاتون سے کی تھی اور تقریباً پندرہ سال سے یہاں مقیم ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور نگوٹا صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مسجد دوبارہ جانا چاہتے ہو۔ اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں کے مصداق، فوراً حامی بھری اور مسجد جا پہنچے۔ وہاں دو تین ہم وطنوں سے ملاقات ہوئی جو سال ہا سال سے یہاں مقیم ہیں، اگرچہ شادیاں جاپانی خواتین سے کی ہیں مگر اپنا اسلامی اور پاکستانی تشخص برقرار رکھا ہے اور آج بھی وطن جانے کے لیے بے قرار ہیں۔ کیونکہ یہاں جتنا بھی رہ لیں کچھ بھی اپنا نہیں ہوتا۔ مسجد کے امام صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو مصر کی جامعہ الازہر سے ہیں اور بے دینوں کی اس سرزمین میں خدا کا نام بلند کر رہے ہیں۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ نماز کے فوراً بعد ہی میں نے نگوٹا صاحب کا خیال کر کے واپسی کی راہ لی اور 'Subway' کے ذریعے ہوٹل واپس ہوئے۔

آج ہمارے گروپ کے کچھ اور لوگ بھی کو بے گئے تھے۔ مگر آج چونکہ راہیں الگ الگ تھیں اس لیے ہم علیحدہ علیحدہ گئے۔ رات کو سیف الاسلام سے کافی دل کی باتیں ہوتیں رہیں۔ اس نے مجھے ڈھاکہ کی بنی ہوئی ایک شرٹ پیش کی جس کی بے پناہ خوشی ہوئی اور دل سے اپنے بھائی کا شکریہ ادا کیا۔

ہیروشیما اور کوکورا

اوساکا میں ہمارا دو ہفتے کا قیام بہت زبردست رہا۔ جاپانی میزبانوں نے ہماری مہمان نوازی میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یہاں تھوڑا بہت دل بھی لگ گیا تھا اس لیے آج بوجھل دل کے ساتھ سامان پیک کیا اور ساڑھے دس بجے کے قریب کسٹم کی بس کے ذریعے شن اوساکا سٹیشن کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ سٹیشن ہمارے ہاں کے ایئرپورٹ سے زیادہ بہتر لگا۔ یہاں سے بذریعہ بلٹ ٹرین کوکورا کے لیے روانہ ہونا تھا۔ بارہ بجے کے قریب یہ تیز ترین گاڑی پہنچ گئی اور تمام جاپانی میزبانوں، بشمول کاشی وارا اور ماٹسومورا نے بڑی محبت اور عقیدت سے ہمارے ساتھ ہاتھ ملایا اور پھر جاپانی انداز میں جھک کر خدا حافظ (سائنارا) کہا اور ہم اچھی یادیں لیے اس تیز ترین ٹرین میں سوار ہوئے۔

بلٹ ٹرین گولی کی رفتار سے فراٹے بھرتی جا رہی تھی۔ راستے میں کئی سٹیشن آئے اور گزر گئے۔ ہمارے لیے دلچسپی کا باعث ہیروشیما تھا جہاں گاڑی کچھ دیر کے لیے ٹھہری اور

ہم نے اس شہر پر خوب نظر ڈالی جو تقریباً نصف صدی پہلے انسان کی بربریت کا شکار ہوا اور انسان کے اپنے بنائے ہوئے ایٹم بم نے چند لمحوں میں ہزاروں انسانوں کو جلا کر بھسم کر دیا۔ آج کا ہیروشیما جاپان کے دوسرے شہروں کی طرح لگا اور یہاں کی زندگی میں وہی چہل پہل اور گرم جوشی تھی جو دوسرے شہروں میں دیکھی۔ دل سے دعا نکلی کہ اب کبھی انسان ایٹمی بربریت کا نشانہ نہ بنے۔ تین گھنٹے کے اس سفر کے بعد ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے اور یہاں کے بہترین ریگا شاہی ہوٹل میں ہمارے کمرے پہلے ہی سے بک تھے۔ ہوٹل کی بلند و بالا عمارت سمندر کے پاس ہے۔ یہاں ہمارے میزبان ''موجی'' کسٹم کے افسران تقریباً سوا چار بجے آن پہنچے اور ہمیں شہر کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس بات سے بھی خبردار کیا کہ سٹیشن کے دائیں طرف کے علاقے سے ذرا بچ کر رہیں، کیونکہ وہ غیر اخلاقی جگہ ہے، اگرچہ مرد حضرات نے اس علاقے میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد مس کوری اور میں یہاں کی ایک افسر ایکی کے ہمراہ شہر کا نظارہ کرنے کے لیے نکلے۔

کوکورا اوساکا کے مقابلے میں چھوٹا شہر ہے اور یہاں کی زندگی میں وہاں جیسی تیزی بھی نظر نہ آئی۔ ایک جگہ انڈین کھانے کا بورڈ دیکھ کر اندر گئے جہاں ایک ادھیڑ عمر خاتون نے ہمیں خوش آمدید کہا، جو انگلش کا ایک لفظ بھی نہیں جانتی تھی اور بار بار جاپانی انداز میں حیران ہوئے جا رہی تھی کہ کیا کروں۔ خیر بڑی مشکل سے اشاروں کی زبان میں اسے کچھ بتایا اور اس نے ہمیں ابلے ہوئے چاول اور بدمزہ سالن دیا۔ جیسے تیسے اسے زہر مار کیا اور ساتھ کافی بھی پی۔ یہ بےمزہ کھانا کافی مہنگا پڑا، لیکن تجربہ اچھا رہا اور گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یہ انداز بھی پسند آیا۔

ریگا شاہی ہوٹل کا کمرہ نمبر 1416

ریگا شاہی ہوٹل کے کمرہ نمبر 1416 میں کھڑکی سے سمندر کے کنارے کا منظر ایک عجیب سہانا منظر ہے۔ اگرچہ کمرہ کا درجہ حرارت 20 ڈگری سینٹی گریڈ ہے، لیکن باہر کا ٹمپریچر 6C سے کم نہیں۔ باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے۔ سارا آسمان بادلوں سے پُر ہے۔ سمندر میں اِکّا دُکّا جہاز کھڑے ہیں۔ کیا سہانا اور پیارا سماں ہے۔ ایسے میں اکیلے پن کا احساس دل میں مزید اداسی پیدا کرتا ہے۔

صبح نو بجے کے قریب ہم موجی کسٹم کے لیے روانہ ہوئے۔ جاپانیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ مجال ہے کہ تھوڑا سا بھی لیٹ ہو جائیں۔ چاہے کوئی تقریب ہو یا سرکاری کام، اس کے شروع ہونے کا وقت بھی دیں گے اور ختم ہونے کا بھی اور جو ٹائم دیا ہے اسی پر شروع کریں گے اور مقررہ وقت پر ختم کر دیں گے۔ ہماری طرح یہ لوگ فارغ نہیں کہ ہر تقریب دو گھنٹے لیٹ شروع ہو گی اور ختم ہونے کا

تو کوئی وقت ہوتا ہی نہیں۔ ''موجی'' سٹیشن کو دیکھ کر کچھ اپنائیت سی نظر آئی، کیونکہ یہ نسبتاً چھوٹا اور ذرا کم ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اگرچہ کسٹم کے دفاتر کی عمارت بلند، کافی بڑی اور کئی منزلہ ہے۔ کچھ دیر کے لیے لیکچرز کا سلسلہ جاری رہا، پھر ہم نے ایک برانچ آفس کا دورہ کیا اور اس کے بعد سمندر کے ساتھ چلتے ہوئے پہاڑوں میں ایک پارک دیکھنے کے لیے گئے۔ یہاں سے ہم نے پورے شہر اور سمندر کا نظارہ کیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ایک پگوڈا، جس کا نام ورلڈ پیس پگوڈا تھا، دیکھا۔ زیادہ تر ساتھیوں نے پگوڈا کو باہر ہی سے دیکھنے پر اکتفا کیا، کیونکہ اس سے پہلے کافی مندر اور عبادت گاہیں دیکھ چکے تھے۔ جاپانیوں نے زمینی جگہ کی قلت دور کرنے کے لیے سمندر سے خوب فائدہ اٹھایا ہے اور جگہ جگہ مصنوعی جزیرے بنا کر سمندر میں آبادیاں بسائی ہوئی ہیں۔

بلٹ ٹرین اور جاپانی رسم الخط

جس بلٹ ٹرین کے ذریعے ہم یہاں پہنچے وہ ایک سرنگ سے گزرتی ہے، جو سمندر کے اندر بنائی گئی ہے۔ اس موقع پر مجھے قرآن پاک کی یہ آیت یاد آ گئی ''**لیس للانسان الاماسعی**'' ''یعنی انسان جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے'' ان لوگوں نے اپنی محنت اور لگن سے ہر ناممکن کو ممکن بنایا ہے۔ اس کے بعد اس سفر کا سب سے دلچسپ مرحلہ شروع ہوا جب ہم نے ایک گھنٹے سے زیادہ کسٹم کی گشتی کشتی میں سمندر کے گہرے پانیوں میں خوب سیر کی اور لطف اندوز ہوئے۔ یہ سمندر کراچی کی نسبت زیادہ صاف لگا۔ اردگرد مختلف ممالک کے چھوٹے بڑے جہاز رواں دواں تھے اور عجیب منظر تھا۔ سردی خوب عروج پر تھی ٹمپریچر تقریباً 4 سے 5 درجہ سینٹی گریڈ تک رہا۔

لنچ کے بعد ہمیں روایتی جاپانی کلچر سے روشناس کرانے کے لیے 'Tea Ceremony' ہوئی، جو ایک بڑی دلچسپ اور پیاری تقریب ہے۔ اگرچہ پیش کی

گئی چائے کو اس دفعہ حلق سے اتارنا بڑا مشکل لگا۔ اس کے بعد ہم نے جاپانی تحریر لکھنا سیکھی۔ نوجوان کسٹم آفیسر مس کاشی موٹو نے مجھے ''سکورا'' لکھ کر دیا جس کی میں نے مشق کی۔ جاپان میں آج کل بہار کا موسم ہے جسے سکورا یا چیری بلاسم کے کھلنے کا موسم کہتے ہیں، جو ابھی صحیح طور پر کھلے نہیں مگر ایک ہفتے میں مکمل طور پر کھل جائیں گے۔ اس کے بعد کاشی موٹو نے مجھے اپنا نام جاپانی تحریر میں لکھنا سکھایا۔ بڑی مشکل سے میں نے لکھنا سیکھا تو وہ بہت خوش ہوئی اور حوصلہ بڑھانے کے لیے کہا کہ میں نے بہت اچھا لکھا ہے۔ جاپانیوں میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ ذرا سا کوئی کام کریں گے تو فوراً آپ کو داد دیں گے۔ اس سے بندے کو حوصلہ ملتا ہے اور یوں وہ مزید محنت کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں نے جاپانی انداز میں جھک کر اپنی نوجوان استاد کا شکریہ ادا کیا۔

جام اور ساقی

یہاں بھی ایک دلچسپ ویلکم پارٹی ہوئی جس کا آغاز ڈائریکٹر ''موجی'' کسٹمز نے (کمپائی) کر کے کیا۔ میرے ساتھ کھڑی ہوئی جاپانی دوشیزہ میرے لیے پانی لے آئی اور بدلے کے طور پر مجھے بھی زندگی میں پہلی دفعہ اس کا جام بھرنے کے لیے ساقی بننا پڑا۔ ویلکم پارٹی کافی مزیدار رہی اور اس دوران جاپانی میزبانوں سے خوب تبادلہ خیال ہوا۔ سیف الاسلام نے اپنے انداز میں جاپانی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ رات کو کمرہ نمبر 1419 میں پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش اور ملائیشیا کے چار درویش پھر جمع ہوئے اور چونکہ پارٹی میں کھانا کچھ مزیدار نہ تھا اور وقت بھی کم تھا، اس لیے جب میں نے پاکستان کے کڑاہی گوشت کا کین کھول کر رکھا تو سب لذیذ کھانے سے خوب لطف اندوز ہوئے اور اس کے بعد وہی مردوں کا دلچسپ موضوع۔ اوساکا میں کاشی وارا کے ساتھ کون زیادہ رہا؟ ماٹسو مورا کو کس

نے دعوت دی؟ 'کوری یاما' کو 'یاشو' نے پسند کیا یا نہیں؟ مسٹر لی نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟ جاپانی شادی لیٹ کیوں کرتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

جاپان میں پاکستانی ڈاکٹر

جاپان میں اپنی ڈاکٹری کا چرچا خوب رہا۔ یعنی اب ہم انٹرنیشنل ڈاکٹر ہو گئے ہیں۔ کبھی ملائیشیا سے کال آتی ہے تو کبھی انڈیا سے ایمرجنسی کے لیے بلایا جاتا ہے۔ ابھی ابھی بنگلہ دیش سے بلاوا آیا ہے اور کچھ دیر پہلے جاپان والوں نے مشورہ کے لیے بلایا تھا۔ ایک ساتھی نے ذرا زیادہ پی لی ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے چلنا ہے۔ یہاں زیادہ تر لوگ ڈاکٹر کے نام سے پکارتے رہے اور پھر جاپانی دوشیزائیں جب اپنے معصومانہ انداز میں ڈاکٹر! ڈاکٹر! کہہ کر بلاتیں تو دل اور بھی باغ باغ ہو جاتا۔

کتابوں کے رسیا جاپانی

کاکورا جاپان کا اہم صنعتی شہر ہے۔ اگرچہ ٹوکیو اور اوساکا کے مقابلہ میں یہاں کی زندگی میں وہ تیزی اور ہل چل نہیں، لیکن بھاگتے دوڑتے جاپانی یہاں بھی نظر آتے ہیں اور ہر طرف جاپانی ہی جاپانی ہیں۔ بہت کم غیر ملکی نظر آتے ہیں۔ جاپان کے ہر شہر میں کتابوں اور رسالوں کی بڑی بڑی دکانیں ہیں۔ ہر بک سٹال پر لاتعداد لوگ جن میں ہر عمر و جنس کے لوگ شامل ہوتے ہیں، کتابوں کی ورق گردانی کرتے نظر آئیں گے۔ بعض اوقات تو بک سٹال پر لائبریری کا گمان ہوتا ہے۔ سو فیصد کتابیں آپ کو جاپانی زبان میں ملیں گی۔ ان لوگوں کی یہ بات بہت پسند آئی کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپانیوں نے جب پے درپے حملوں کے بعد اپنے آپ کو سنبھالا دیا تو دھڑا دھڑ سارے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کر لیا، تا کہ وہ علوم میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ اسی وجہ سے آج ہر فیلڈ میں ایسی لاجواب اور بے مثال ترقی کی ہے کہ دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ممالک بھی جاپان کے سامنے بونے نظر آتے

ہیں۔ جتنے سینئر افسران سے ہماری ملاقات ہوئی ان میں سے اکثر انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے تھے۔ مگر آج کل نوجوان طبقے میں انگریزی سیکھنے کا رجحان ذرا بڑھ رہا ہے۔

''موجی'' کسٹمز کے لوگ کچھ زیادہ مہمان نواز اور ملنسار ثابت ہوئے۔ چائے اور کافی کے علاوہ عین بارہ بجے ہمارے لیے کھانا بھی کانفرنس روم میں لگ جاتا۔ اگرچہ جاپانی سٹائل کا کھانا کھانا کچھ آسان نہیں مگر اس بات کی ضرور داد دینا پڑتی ہے کہ ان لوگوں نے صرف میری وجہ سے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کھانے میں مچھلی کے علاوہ کسی قسم کا کوئی گوشت شامل نہ ہو۔

آج ہم نے ''موجی'' کسٹمز کی ایک اور برانچ کا دورہ کیا۔ اس جگہ کے ڈائریکٹر کسٹمز نے اپنی مہمان نوازی اور انکساری سے بہت زیادہ متاثر کیا اور واپس جاتے ہوئے ہمارے ساتھ باہر تک آئے اور بڑی محبت سے جاپانی انداز میں جھک کر اور ہاتھ ملا کر سائنارا (خدا حافظ) کہا۔ سارے ہی افسران بالا خوش اخلاقی سے پیش آئے، لیکن ایک دو جگہ مخصوص بیوروکریٹک سٹائل کی جھلک بھی نظر آئی۔ کھانے کے بعد سینٹری کا سامان بنانے والی فرم کا دورہ کیا جہاں مختلف قسم کی سینٹری ویئر بننے کے مختلف مراحل تفصیل سے دیکھے۔ فیکٹری میں جگہ جگہ روبوٹس انسان کی طرح اپنا کام سرانجام دے رہے تھے اور بڑی مستعدی سے اپنی اپنی ڈیوٹیاں نبھا رہے تھے۔

شام کو سیف الاسلام کے ساتھ کوکورا شہر کے ارد گرد چکر لگایا اور (KFC) سے کھانے کے لیے کچھ خریدا۔ یہاں دو خوبصورت دوشیزائیں ہمیں پہچان لیتی ہیں۔ اگرچہ انگریزی سے نابلد ہیں، لیکن اشاروں کی زبان سے خوب محظوظ ہوتی ہیں اور لطف اٹھاتی ہیں۔ جاپانیوں کو ہماری بات سمجھ نہ آئے تو پہلے حیران ہوتے ہیں اور پھر کھل کھلا کر ہنسنا شروع کر دیتے ہیں۔

شام کو چار درویشوں نے پھر اکٹھے ہونا تھا، مگر ملائیشیا کے درویش کو کل سے چونکہ بے خوابی کی شکایت تھی، اس لیے اس نے جلدی رخصت طلب کی۔ نیند پوری کرنے کے لیے اسے دوخواب آور گولیاں دیں اور پھر تین درویشوں کی محفل کھانے پر خوب جمی اور معمول کی طرح تبادلہ خیال ہوا۔

رنگ برنگے پانی والا سمندر

کوکورا میں ہمارے قیام کے دوران ایک اور لمبے کورس (9 ماہ) کے چار شرکاء بھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ ان میں انڈونیشیا کے عمران کے ساتھ شناسائی رہی۔ میں نے انڈونیشیا کے عمران کو پاکستان کے عمران خان کے بارے میں بتایا۔ چین کے مسٹر ڈو بڑی محبت اور عقیدت سے ملے اور عظیم دوست کہہ کر جاپان کی سرزمین پر پاک چین دوستی کی یاد تازہ کردی۔

آج کا دن بڑا اہم اور یادگار رہا۔ سب سے پہلے ہم 'Nagota' شہر گئے۔ کوکورا سے دو گھنٹہ کا یہ سفر بڑا مزیدار رہا۔ فلک بوس پہاڑ بے شمار درختوں اور سبزے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے ان پہاڑوں پر سبز چادر ڈال دی ہو۔ سفر کرتے کرتے اپنے صحت افزا مقام مری اور بھوربن یاد آ گئے۔ کافی فاصلہ پر چند خوبصورت گھر نظر آئے، مگر زیادہ تر گھر سڑک کے ایک طرف بڑی ترتیب کے ساتھ بنے ہوئے تھے۔ جاپان کے

دوسرے علاقوں کی نسبت یہاں کافی سبزہ نظر آیا۔ کئی جگہوں پر پتھروں کو کاٹ کر کھیت بنائے گئے تھے۔ جاپانی کھیتوں کی بھی خوب حفاظت کرتے ہیں۔ بیج ڈال کر کیاری بنائی جاتی ہے اور پھر کچھ عرصہ کھیت کے اس حصے کو باقاعدہ طور پر پلاسٹک کا بہترین کیبن بنا کر، اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ شہر پہنچ کر ہم نے ایک کشتی میں سمندر کی سیر کی۔ ایک بھاری بھرکم جاپانی خاتون ہماری گائیڈ تھی جو مسکراہٹیں بکھیرتی ہمیں گہرے سمندروں میں لے گئی اور مختلف جزیروں کی تفصیل بھی بتائی۔ سمندر کے ایک حصے میں قوس قزح کے سارے رنگ تھے، یعنی پانی نیلا، سبز اور سفید تھا۔ عجیب خیرہ کن اور دلفریب منظر تھا، سبحان اللہ، یہ سب دیکھ کر مجھے قرآن پاک کی آیت ''اور تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یاد آ گئی۔

غار میں نماز

کسی کسی جگہ عین سمندر کے بیچ، کچھ مچھیرے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ خدا نے جس کا رزق جہاں لکھ رکھا ہے وہاں اسے جانا پڑتا ہے۔ دوپہر کا کھانا اس شہر کے ایک اچھے ہوٹل میں کھایا۔ اس کے بعد وقت مقررہ پر ہم اس شہر کے چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے اعزازی ڈائریکٹر سے ملنے کے لیے گئے، جنہوں نے اپنی مہمان نوازی، انکساری اور علم سے بہت متاثر کیا۔ ڈائریکٹر صاحب نے ہم سب سے ہمارے ممالک کے بارے میں کوئی نہ کوئی سوال کیا۔ بعض شرکاء تو صحیح جواب بھی نہ دے سکے۔ آخر میں ہمیں خود باہر تک رخصت کرنے آئے اور ہمیں جاپانی سنگتروں اور خوبصورت قلم کے تحائف دیئے۔ اس کے بعد پہاڑوں کے عین بیچ، قدرتی طور پر بنی، مشہور زمانہ غار دیکھنے گئے۔ یہ غار دیکھ کر بس آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سیف الاسلام کے مطابق اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں خدا کی عظمت کا بہت زیادہ احساس ہوا۔ اگرچہ میں ظہر کی نماز پڑھ چکا تھا مگر میں نے کہا کہ یہاں اذان تو دے ہی دی جائے۔ اس فقید المثال غار میں خدا کا نام بلند کرکے بہت روحانی

خوشی ہوئی۔ غار کیا ہے پہاڑوں کے بیچ میں کوئی دو کلومیٹر سے زیادہ لمبا، اترتا چڑھتا بل کھاتا راستہ ہے اور درمیان میں ہزاروں چشمے بہہ رہے ہیں۔ خدا کی قدرت کی عکاس اس شاہکار جگہ کو لوگوں کی دلچسپی اور سیر گاہ بنانے کے لیے بہترین سڑکیں بنائی گئی ہیں اور ہر جگہ دیدہ زیب اور خوبصورت لائٹس لگی ہوئی ہیں۔

اختتامی سفر

لو جناب! سفر کے اختتامی مراحل کا آغاز ہوگیا۔ جو چیز شروع ہوتی ہے اسے ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہی ہوتا ہے۔ انسان جتنا بھی جی لے، جو کچھ بھی بنالے، آخر اسے ایک دن اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے خدا کے ہاں لازمی جانا ہے۔ چاہے اس حقیقت کا وہ اکثر جاپانی اور دوسرے لادینوں کی طرح جتنا مرضی انکار کرتا رہے۔ خیر بات سفر کی ہو رہی تھی۔ پورے مہینے کے دوران ہمیں ہر طرح کا قیام وطعام اور دوسری تمام آسائشیں فراہم کی گئیں۔ صرف ایک کسر جاپان میں فضائی سفر کی رہ گئی تھی، اگرچہ بلٹ ٹرین کا سفر فضائی سفر سے کچھ کم نہیں۔ یہ حسرت بھی پوری ہوئی اور آج ہم بذریعہ JAS342 فلائٹ ٹوکیو کے لیے محو پرواز ہوئے۔ مجھے اپنی کورس اٹینڈنٹ کوری یاما کے ساتھ والی سیٹ ملی۔ کھڑکی کے ساتھ بیٹھا میں جاپان کی فضاؤں اور بادلوں کا نظارہ کرتا رہا۔ ''موجی'' کسٹم کے لوگوں نے مہمان نوازی اور عزت افزائی کی انتہا کردی۔ اگرچہ یہاں قیام مختصر رہا مگر ان لوگوں نے ہمارے

اس مختصر قیام کو بھی حسین اور یادگار بنا دیا۔ تین نوجوان افسر اور دو خوبرو دوشیزائیں، ہمیں رخصت کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ایئر پورٹ تک آئیں اور سارے ساتھیوں کو بطور یادگار کچھ تحائف بھی دیئے۔ جاپانی لوگ ہر کام بڑی خوش اسلوبی اور چابک دستی سے کرتے ہیں۔ یہاں کا طرز تعمیر بہت اچھا لگا۔ جب بھی کوئی نئی بلڈنگ بننا شروع ہوتی ہے یا کوئی اسی طرح کا کام شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ کئی جگہ سڑکیں بھی بنتی دیکھیں مگر مجال ہے کہ ٹریفک کا کوئی مسئلہ پیدا ہوا ہو۔ اس کے علاوہ جو بھی نئی عمارت بن رہی ہوتی ہے، چاہے وہ جتنی بھی بڑی ہو، اسے پلاسٹک کا خوب صورت کور بنا کر ڈھک دیا جاتا ہے۔ پہلے پہل اس طرح کی کئی عمارات دیکھ کر کچھ پتہ نہ چلا مگر پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اندر تعمیر کا کام جاری ہے۔ یہ سفر بڑا دلچسپ رہا۔

پتھروں سے طاقت

باہر دکانوں پر کئی قسم کے پتھروں کے نمونے اور کھلونے رکھے ہوئے تھے۔ اینا میری میرے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی:

ڈاکٹر! کیا تم پتھروں سے طاقت حاصل کرنے میں یقین رکھتے ہو؟ اپنی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے اس نے کہا: پتھروں کو خاص جگہ پر رکھنے سے بندے کو طاقت ملتی ہے اور اس سے بندے کی ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے بغیر کسی توقف کے اسے بتایا کہ میں طاقت اور ذہانت حاصل کرتا ہوں، اپنے خدا کے ذکر سے، اس کو یاد کرنے سے، جس سے سب کچھ ملتا ہے اور سب سے بڑی بات کہ اس کے ذکر سے سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ میری بات سن کر اس نے ایک دم موضوع بدل دیا اور یہ کہہ کر مجھے حیران کر دیا کہ واقعی گاڈ کو یاد کرنے سے آپ کو اپنی مراد مل جاتی ہے۔

مادر پدر آزادی کا انجام

جاپان میں ہر طرح کی مادر پدر آزادی ہے، مگر یوں لگتا ہے کہ اب یہاں کے لوگ اس سے اکتا چکے ہیں۔ آج جاپانی TV کے ایک انگلش پروگرام میں بتا رہے تھے کہ ٹوکیو میں کم سن دوشیزاؤں کو عصمت فروشی سے روکنے کے لیے قانون بنایا گیا ہے اور تھوڑے ہی عرصے میں پولیس نے سکول کی تین سو سے زیادہ لڑکیوں کو عصمت فروشی کرتے ہوئے گرفتار کیا ہے۔ آخر ہر بات کی کوئی نہ کوئی حد تو ہوتی ہے۔ بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ جہاز کا سفر کچھ زیادہ اچھا نہ رہا۔ اچھے موسم کے باوجود اس نے کافی ہچکولے کھائے اور بنگلہ دیش کے ساتھی سیف الاسلام کی تو طبیعت خاصی خراب رہی۔ پہلے مونو ریل اور پھر 'Subway' کے ذریعے منزل مقصود پر پہنچے۔ یہاں پیسفک میریڈین (Pacific Meridian) ہوٹل میں ہماری ریزرویشن تھی، کمرہ نمبر 801 ہمیں الاٹ ہوا۔ یہ ہوٹل یہاں کے پرانے اور اچھے ہوٹلوں میں سے ہے۔ آتے ہی کچھ دیر آرام کیا اور کچھ کھانا حلق سے اتارا۔ اب تو برگر اور ڈبل روٹی کھانے کی عادت سی ہوگئی ہے اور کچھ زیادہ محسوس بھی نہیں ہوتا۔ شام کو ایک دوسرے کورس کے شرکاء بھی ہوٹل پہنچ گئے۔ آتے ہی بنگلہ دیش کے جمال حسین نے مجھے فون کیا اور کمرے میں آکر بڑی گرم جوشی سے ملے، ایسے لگا کہ جیسے اپنے گھر میں ہیں۔ جمال بڑے دھیمے مزاج کے اور سیدھے سادھے آدمی ہیں۔ ٹریننگ کے شروع دنوں میں بڑی محبت سے ملے تھے۔ رات کو ہم لمبی سیر کے لیے ہوٹل سے نکلے۔

ایک جیسے شہر۔ جنوں کا کارنامہ

جمال کے مطابق جو ابھی نگویا اور اوکی ناوا سے آئے تھے، جاپان کے سارے شہر ایک جیسے لگتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے کوئی جن آیا اور اس نے سارے شہر ایک رات میں بنا ڈالے۔ واقعی جو کام ان لوگوں نے کیا ہے اور جتنی سہولتیں عوام الناس کے لیے ہیں وہ

انسان کا کام نہیں لگتا۔ مگر اللہ نے انسان کو اتنی ہمت اور عقل دی ہے کہ چاہے تو یہ ستاروں پہ کمند ڈال سکتا ہے۔ سیر سے واپسی پر کمرے میں سیف الاسلام اور جمال کے ساتھ کھانے کے دوران اپنے ملکوں کی سیاست، سیاست دانوں اور تازہ ترین صورت حال پر لمبی بحث ہوئی۔ اگرچہ نتیجہ کچھ خوش آئند نہ تھا اور بہت مایوسی نظر آ رہی تھی، مگر دونوں بنگلہ دیشی بھائیوں کا کہنا تھا کہ خدا ہمارے ملک کی حفاظت کرے اور کہیں ایسی صورت حال نہ ہو جائے کہ کسی غیر ملکی مداخلت کا سامنا کرنا پڑے۔ باتوں باتوں میں جمال کہنے لگا کہ واقعی جدا ہو کر ہم نے کچھ اچھا نہیں کیا۔ ان کے ملک میں جتنی ترقی 1971ء سے پہلے ہوئی، جب ہم اکٹھے تھے، 25 سال کے بعد بھی ابھی تک اس کے مقابلے میں بہت کم کام ہوا ہے۔ مگر دونوں طرف سے زیادتیاں ہوئیں، دونوں نے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ بنگالیوں کے حقوق غصب کئے گئے، جس کی وجہ سے دوریاں اور جدائیاں پیدا ہوئیں۔ میں مبہوت ہو کر بچھڑے بھائی کی باتیں سنتا رہا اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا اور آخر میں یہ کہا کہ مسلمان جہاں بھی ہوں، جس ملک میں بھی رہتے ہوں وہ ایک رہیں گے۔ ان کے مفادات ایک ہیں اور ان کا دشمن اسلام کا دشمن ہے۔

ٹوکیو میں بہار

ٹوکیو میں بہار اپنے پورے جوبن پر ہے اور ہر طرف پوری رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ دوسرے شہروں کی نسبت یہاں موسم بہت خوش گوار ہے۔ بہت کم لوگ اوور کوٹس اور گرم کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔ ویسے بھی جتنی سردی ہو جاپان میں خواتین اپنا تقریباً نصف جسم ننگا رکھنا پسند کرتی ہیں۔ ٹوکیو میں ہر رنگ نسل کے لوگ کہیں نہ کہیں نظر آجاتے ہیں اور اگر آپ یہاں کے 'Electronice Town' کا رخ کریں تو ہر دوکان پر بالعموم اور ڈیوٹی فری شاپس پر بالخصوص، اپنے کئی بھائی بند ملیں گے جو یوں لگتا ہے کہ سارے ''اکیہابارا'' کو خرید کر لے جائیں گے۔ خیر اپنی جیب اور بساط کے مطابق ہر کوئی کچھ نہ کچھ خرید لیتا ہے۔ ہمارے جیسے کچھ لوگوں کو زندہ اور جامد چیزوں کی 'Window Shopping' پر اکتفا کرتے ہوئے دیکھ کر جاپانی دوشیزائیں تھوڑا سا حیران ضرور ہوتی ہیں، مگر مجال ہے کہ انکے ماتھے پر بل یا مسکراہٹ میں کمی آئے۔ دل ہی دل میں حیران ضرور ہوتی ہوں گی کہ یہ

کیسے فارغ لوگ ہیں اور ان لوگوں کے پاس کتنا وقت ہے جو بغیر مقصد کے دوکان میں گھس آئے ہیں۔

جاپانی دوشیزاؤں کا اڈا

ایک اور بڑی مزیدار بات یہ ہے کہ شام کو چھ یا سات بجے کے قریب آپ جس کافی شاپ، کسی کھانے کی جگہ یا کسی بھی سٹال پر چلے جائیں آپ کو صاف ستھرے لباس میں ملبوس، منی سکرٹ پہنے ہنستی کھیلتی، چلبلاتی جاپانی دوشیزاؤں کے غول نظر آئیں گے۔ سیف کے مطابق جاپان میں یہ اڈا دوشزائیں لگاتی ہیں جب کہ بنگلہ دیش میں اس طرح کا اڈا نوجوان لڑکے جمع ہو کر لگاتے ہیں۔ آج کا زیادہ تر دن ہم نے بھی اکیہابارا میں اپنے بچے کھچے ین لگانے پر صرف کیا، اگرچہ ونڈو شاپنگ بھی ٹھیک ٹھاک ہوئی۔ اس آزاد معاشرے میں فحاشی کے سارے رستے کھلے ہیں۔ جگہ جگہ ہوٹل، کلب، مساج کلینک اور عصمت فروشی کے اڈے نظر آئیں گے۔ بک سٹالوں پر عریاں تصویریں اور رسالے سرعام فروخت ہوتے ہیں اور ننگی ویڈیو فلمیں ہر جگہ سستے داموں دستیاب ہیں۔ سر شام آپ باہر نکلیں تو اکثر پبلک مقامات پر چھوٹے چھوٹے عریاں پوسٹر ٹیلی فون نمبرز کے ساتھ دعوت نظارہ اور دعوت نگاہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر اب کچھ آوازیں ان چیزوں کے خلاف اٹھنا شروع ہو گئی ہیں۔ آج کے جاپان ٹائمز میں ایک نوجوان دوشیزہ کا خط شائع ہوا ہے جس میں اس نے عریانی کے خلاف لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ عورت کو اس طریقے سے پیش کرنا اس کے خلاف کھلا جنسی امتیاز ہے۔ ایک اور استاد نے لکھا ہے کہ عریاں رسالوں اور فحش فلموں کی فروخت پر پابندی لگائی جائے اور کم سن نوجوانوں کو زیادہ سگریٹ نوشی اور شراب نوشی سے روکا جائے۔

متحدہ پاکستان کی یادیں

شام کو ہم تین بھائی پھر اکٹھے ہوئے اور اپنا اڈا مختلف جگہوں پہ لگایا۔ میکڈانلڈ سے برگر کھایا۔ یہ برگر یہاں بہت مشہور ہیں اور یہاں کی حسین و جمیل، مسکراتی اور زندگی سے بھرپور دوشیزائیں اس طرح آپ کو خوش آمدید کہتی ہیں کہ دل کرتا ہے بندہ ان کی طرف دیکھتا ہی رہے۔ ٹوکیو کی سڑکوں کی سیر کرتے تقریباً نو بجے ہم واپس پہنچے اور پھر کمرہ نمبر 801 نے متحدہ پاکستان کی یاد تازہ کر دی، جہاں دو بنگالی بھائیوں نے اپنے ایک پنجابی بھائی کے ساتھ مل کر ایک پلیٹ میں کھانا کھایا۔ کافی دل کی باتیں ہوئیں۔ جمال نے یہ کہہ کر بہت رنجیدہ کر دیا کہ دونوں طرف سے غلطیاں نہ ہوتیں تو متحدہ پاکستان کتنا مضبوط ہوتا۔ دونوں بھائی کہنے لگے کہ اب بھی پاکستان کی ہر خوشی، پاکستان کی ہر فتح ہماری فتح ہوتی ہے۔ عمران خان پہ بات شروع ہوئی، شوکت خانم ہسپتال کا تذکرہ ہوا تو سیف الاسلام کہنے لگے کہ عمران خان کو ہر بنگلہ دیشی جانتا ہے۔ 1992ء کے ورلڈ کپ میں پاکستان کی فتح کا بھرپور جشن منایا گیا اور جب اس سال نو مارچ کو پاکستان بھارت سے ہارا تو بنگلہ دیش کے لیے اس دن ورلڈ کپ میں دلچسپی ختم ہوگئی۔ میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا بھائی آج بھی ہمارے جذبات وہی ہیں۔ بنگلہ دیش کی خوشی ہماری خوشی ہے اور جب بھی بنگلہ دیش میں اپنے بھائیوں پر کوئی تکلیف آتی ہے ہمیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ سارے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، جب اس کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

جاپان میں ایرانی ریستوران

لگتا تھا آج کا دن بہت بور گزرے گا اور دیکھنے کے لیے کچھ بھی نہ ہوگا، لیکن پاکستان کے محمود صاحب نے یہ دن ہر لحاظ سے یادگار بنا دیا۔ محمود صاحب کافی عرصہ پہلے یہاں کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کرنے آئے تھے۔ پھر تعلیم کے ساتھ ساتھ جاب بھی کرتے رہے اور آج کل پرانے پرزوں کی ایکسپورٹ کا کام کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ پبلک بس کے ذریعے کسی اچھے ریستوران کی تلاش میں نکلے۔ کافی دنوں سے برگر اور ڈبل روٹی کھا کر منہ کا ذائقہ خراب ہو چکا تھا۔ پورے مہینے میں ایک کھانا محمود صاحب کے گھر کھایا تھا انھوں نے تلاش کے بعد ایک ایرانی ریستوران ڈھونڈ نکالا، جہاں حلال گوشت دستیاب تھا۔ چکن تکہ، سلطانی کباب کھا کر بس مزا ہی آ گیا اور خوب ڈٹ کر کھایا۔ اچھا کھانے کی خواہش پوری ہو گئی۔ جاپان میں کافی ایرانی موجود ہیں اور اکثر سٹیشنوں پر آپ کو ٹیلی فون کارڈ فروخت کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ہمارے جاپانی میزبانوں نے ہمیں ایسے کارڈ جو اصل کارڈ سے کافی کم قیمت

میں ملتے ہیں، خریدنے سے منع کیا۔ اس معاملے میں محمود صاحب نے بتایا کہ جعلی کارڈوں کی فروخت کے سلسلے میں ایرانی خاصے بدنام ہوئے ہیں اور جاپانی کوشش کے باوجود بھی اس کا حل تلاش نہیں کر سکے۔

وینو میں چیری بلاسم

کھانے کے بعد ہم وینو پہنچے۔ جاپان میں سکورا یا چیری بلاسم (پھولوں کے کھلنے کا موسم) کو منانے کے لیے لوگ کسی ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور ہر طریقے سے خوب انجوائے کرتے ہیں۔ وینو پارک میں ہزاروں لوگ جمع تھے۔ ایک میلے کا سماں تھا۔ ہر عمر کے جوڑے گروپوں کی شکل میں کھانے پینے کے سامان کے ساتھ بیٹھے رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ کہیں کوئی تماشا ہو رہا ہے، کہیں بوڑھے کوئی ساز بجا رہے ہیں، کہیں نوجوان دوشیزائیں اپنی دلچسپ حرکتوں اور اداؤں سے دلوں کو گرما رہی ہیں۔ محمود صاحب نے بتایا کہ موسم بہار کے دن انکے لیے عید سے کم نہیں اور جب تک چیری بلاسم کے پھول کھلتے رہتے ہیں عید کا سا سماں رہتا ہے۔ ہر پارٹی کے پاس شراب کی خاصی مقدار موجود تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہر عمر کے مرد و زن جام بھر بھر کر پیتے ہیں اور مدہوش بالکل نہیں ہوتے۔ زیادہ شراب پینے کی وجہ سے بار بار بیت الخلا یا ریسٹ روم جانا پڑتا ہے اس لیے ریسٹ روم کی طرف لمبی لائنیں لگی ہوتی ہیں۔ اس میلے سے لطف اندوز ہو کر ہوٹل پہنچے اور اس کے بعد ٹوکیوں ٹاور دیکھنے گئے جو کسی عجوبے سے کم نہیں ہے۔ اس لمبے چوڑے اور روشن ٹاور پر ہزاروں لوگ جمع تھے۔ اوپر سے روشنیوں اور رنگوں کے شہر کا نظارہ عجیب و دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔ ایک ہولوگرافک میوزیم بھی ہے جہاں روشنیوں اور لیزر کے امتزاج سے کچھ تصویریں بنائی ہوئی ہیں، جن کو جھک کر دیکھنے سے بعض اوقات گمان ہوتا ہے جیسے یہ چیزیں آپ کی طرف رخ کر رہی ہیں۔ اژدھے کی تصویر دیکھ کر تو میں ایک لمحے

کے لیے ڈر گیا۔

کام سے کام رکھنے والے جاپانی

محمود صاحب کے مطابق جاپانی بہت ہی زیادہ میکانیکل اور بے حس لوگ ہیں۔ زیادہ تر غیر ملکی لوگوں سے گندہ اور پر خطر کام لیا جاتا ہے اور اکثر جگہوں پر آپ کا سینئر آپ سے ناراض ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ آپ کی اس طرح ڈیوٹی لگائے گا کہ آپکو سارا کام ختم کر کے آخر میں 'Closing' کر کے جانا پڑے گا۔اس کے علاوہ یہ لوگ اپنے ہمسائے میں غیر ملکیوں کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ان کے ساتھ والے فلیٹ میں مقیم جاپانی خاتون اکثر اس بات کی شکایت کرتی ہے کہ آپ کے بچے بہت شور کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم صحیح طور پر آرام نہیں کر سکتے۔اس کے علاوہ یہ لوگ ہر چیز کو اپنے انداز سے دیکھتے ہیں۔آپ کی ایک ایک حرکت اس طریقے سے 'Observe' کریں گے کہ آپ کو گمان بھی نہیں ہوگا، مگر مجال ہے کہ کوئی اظہار کریں۔باقی بات یہ ہے کہ اگر آپ اپنی محنت اور سچائی سے ان کا دل جیت لیں تو پھر آپ پر اندھا اعتماد کریں گے اور ہر قسم کی سہولت بہم پہنچانے میں کوئی دریغ نہیں کریں گے۔ان مشینی قسم کے لوگوں میں بے کار اور زیادہ عمر کے لوگوں کا کوئی خاص مقام نہیں۔جوان اولاد اپنے اپنے دھندوں میں اس مشینی انداز سے مصروف ہو جاتی ہے کہ انہیں اپنے بوڑھے والدین کو ملنے یا دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔محمود صاحب نے مجھے ٹوکیو ٹاور سے وہ مشہور پل بھی دکھایا جو خودکشی کرنے والوں کے لیے بہترین اور پسندیدہ مقام بنا ہوا ہے اور خودکشی کا زیادہ تناسب عمر رسیدہ لوگوں میں ہے۔

ایکیابارا کا آخری چکر

دن کا زیادہ وقت ہوٹل کے کمرہ نمبر 801 میں گزرا، کیونکہ کورس کی رپورٹ آج ہر صورت میں مکمل کر کے کل جمع کروانا تھی۔ سارے ساتھی رپورٹ لکھنے میں مصروف رہے۔ WCO اور جاپان والوں نے اس مقصد کے لیے ہمیں ساری سہولتیں مہیا کی تھیں اور کمپیوٹر بھی دستیاب تھے، مگر زیادہ تر ساتھیوں نے اس کی بجائے اپنے زورِ بازو سے کام لیا اور لکھ کر رپورٹ پیش کی۔ شام کے وقت DHL کے ذریعے ہمارے تمام کاغذات اور کتابیں اپنے اپنے ملک پہنچانے کا انتظام ہوا اور یوں سارے اہم کاغذات ہم سے پہلے ہی پاکستان روانہ ہو گئے۔ شام کو فارغ ہو کر پردیپ نے مشورہ دیا کہ کیوں نا! ایک دفعہ پھر ایکیابارا کا آخری چکر لگا لیا جائے۔ تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد سیف الاسلام اور جمال بھی تیار ہو گئے اور یوں ہم 'Subway' کا ٹکٹ لے کر منٹوں میں یہاں پہنچ گئے۔ ہفتہ، اتوار کی نسبت آج یہاں بہت کم رش تھا۔ تمام دوکانیں اور وہاں کی خوبرو سیلز گرلز گاہکوں کے انتظار

میں بیٹھی سوکھ رہی تھیں۔ تھوڑا سا چکر لگا کر اپنی پسندیدہ ڈیوٹی فری شاپ پر جو تمام غیر ملکیوں کے لیے پسندیدہ جگہ ہے، پہنچے اور وہاں سے کچھ شاپنگ کر کے واپس آئے۔ آتے ہی یہاں بارش شروع ہو گئی اور موسم تھوڑا سا ٹھنڈا ہو گیا۔ رات کو کھانے پر تین درویش پھر اکٹھے ہوئے۔ اب گھر جانے کی خوشی تھی، لیکن آج زیادہ تر جدائی کی باتیں ہوئیں۔ سیف الاسلام اور جمال اپنے پاکستانی بھائی سے بہت خوش تھے۔ ان کی خوشی دیکھ کر میں بھی خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ پھر کافی لمبی بحث چلی سیاست پر، مذہب پر، مسلمان ترقی کیوں نہیں کرتے؟ زیادہ توجہ حقوق العباد پر ہونی چاہیے، جاپان والوں نے اکثر اسلامی طریقے اپنا لیے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سائنورا۔ بائی بائی جاپان

خوبصورت لوگوں کے خوبصورت ترین ملک کو الوداع کہنے کا لمحہ آن پہنچا ہے۔ سرکاری طور پر آج ٹوکیو میں یعنی چڑھتے سورج کی اس سرزمین جاپان میں آخری دن تھا۔ اس آخری دن کو یادگار بنانے کے لیے ان لوگوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آج الوداعی تقریب ہونا تھی جس کے لیے ہمیں صبح نو بجے ہوٹل لابی میں پہنچنے کا فرمان مس کوری یاما سے مل چکا تھا۔ مس کوری یاما پورا مہینہ ہمارے ساتھ رہی۔ منحنی جسم، چھوٹا قد، خاص جاپانی انداز اور پُرکشش نقش ونگار والی اس چھوٹی سی لڑکی نے اپنی ذمہ داری کو بڑے احسن طریقے سے نبھایا اور اچھی طرح سے مختلف لوگوں کی مختلف طبیعتوں کا اس طرح خیال رکھا کہ ہر کوئی اس کے لیے رطب اللسان ہے۔ اللہ کوری یاما کو خوش رکھے۔ جاپان کی وزارت خزانہ کی عمارت میں سرٹیفکیٹ دینے کی تقریب ہوئی، جہاں ڈائریکٹر نے ہمیں 'Certificates' دیئے اور چیف کورس کوآرڈی نیٹر مسٹر یاما ہارا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہاں سے اچھی یادیں، اچھے احساسات لے کر رخصت ہوں اور جو کوئی منفی بات ہے اس کو یہیں چھوڑ جائیں، کیونکہ ہم سب ایک فیملی کے افراد ہیں۔

جاپان کا شاہی محل

اس پُروقار تقریب سے فارغ ہونے کے بعد جاپان کا شاہی محل دیکھنے کے لیے گئے۔ جاپانی لوگ اپنے بادشاہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ اکثر کو تو صحیح طور پر نام بھی یاد نہیں۔ جب بھی اس کا ذکر آتا ہے تو یہ لوگ برملا کہتے ہیں 'We do not care' ایسے لگتا ہے کہ اس ملک میں بادشاہت صرف کاغذوں میں ہے۔ شاہی محل اگرچہ کافی وسیع وعریض جگہ پر پھیلا ہوا تھا، مگر اس میں کوئی شاہی عظمت یا متاثر کرنے والی چیز نظر نہ آئی۔ قلعہ نما شاہی محل کا نظارا صرف باہر سے ہی کیا جاسکتا تھا اس کے باہر اِکا دُکا سکیورٹی کے افراد ضرور نظر آئے مگر کوئی شاہی قسم کا انتظام نہ تھا۔ شاہی محل کی سیر کے بعد واپس ہوٹل پہنچے اور شام تک کمرے میں آرام کیا۔ چھ بجے کے قریب ہوٹل کی لابی میں کچھ وقت گزارا جہاں ایک بنگلہ دیشی دوست اور ان کے جاپانی ساتھی سے ملاقات ہوئی۔

رات کو جاپان میں آخری دفعہ بنگلہ دیشی بھائیوں کے ساتھ کھانے پر بیٹھک ہوئی اور ایک دفعہ پھر پیار ومحبت، اسلامی بھائی چارے، پاکستانیوں کی مہمان نوازی اور جدائی کی باتیں ہوئیں۔ جب آئے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ایک مہینہ کیسے گزرے گا۔ گھر سے دور دیارِ غیر میں یوں لگتا تھا کہ ایک ایک لمحہ مشکل سے کٹے گا مگر تمام ساتھیوں کے ساتھ بالعموم اور بنگلہ دیشی بھائیوں کے ساتھ بالخصوص دن اتنے اچھے طریقے سے گزرے کہ دوری کا احساس بھی نہ ہوا اور آخری دنوں میں زیادہ تر وقت اکٹھے گزرا۔ کل صبح ایئرپورٹ روانگی ہوگی اور جاپان کو خدا حافظ کہیں گے۔ رات گئے جاپانی ٹی وی پر عمران خان اور ان کی اہلیہ کا انٹرویو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اصل میں دیارِ غیر میں پاکستان کے بارے میں کوئی اچھی بات سن کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ اس بات کا تجربہ وہی کرسکتے ہیں جو ملک سے باہر ہوں۔ ورلڈ کپ کے بعد حال ہی میں جب پاکستان نے سنگر کپ میں بھارت اور سری لنکا کو شکست دی تو اپنی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور بنگلہ دیشی بھائی بھی میری اس خوشی میں شامل تھے۔

واپسی کا سفر

جاپان سے کوچ کرنے کا وقت آن پہنچا۔ بس اسی ہوٹل میں چند گھڑیاں مزید باقی ہیں۔ آٹھ بجے کے قریب ہوٹل کی بس کے ذریعے ایئر پورٹ روانگی ہوگی اور پھر انشاء اللہ گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر بنکاک کے لیے عازم سفر ہوں گے۔

اپنی ٹریننگ کا ایک دن اور بڑھ گیا اور اللہ میاں نے بنکاک میں قیام کا بھی موقع دیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد ایک دن کے لیے قیام کرنا پڑے گا اور پھر انشاء اللہ کل شام وطن کے لیے روانگی ہوگی۔ سیف الاسلام اور دوسرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ تمہارے ساتھ سپیشل رعایت ہوئی ہے، کیونکہ جاپانی تم سے بہت خوش ہیں اور بونس کے طور پر ایک دن کے لیے بنکاک کے قیام کا انتظام کیا گیا ہے۔ جب کہ مجھے اپنے دیس اور اپنے لوگوں میں پہنچنے کی جلدی ہے۔ جاپان کے کیا کہنے مگر کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے ''بلخ نہ بخارے جو مزہ چھجو کے چوبارے'' کیونکہ وہ چوبارہ تو اپنا ہوتا ہے۔ یہاں جتنا مرضی رہ لیں جو مرضی بنالیں آپ ہمیشہ بدیسی رہیں گے اور آپ کا اپنا کچھ نہ ہوگا۔

دیارِ غیر میں ایسے بھی ہوسکتا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے خدا کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔'' اس کا عملی تجربہ ہمیں آگے ہوا۔

صبح آٹھ بجے کے قریب ایئر پورٹ کی خوبصورت بس ہمیں لینے آن پہنچی۔ جدائی اور وداع کا وقت آن پہنچا۔ آج تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے ابھی کل جاپان آئے تھے اور پورا مہینہ بس پلک جھپکتے گزر گیا۔ ہوٹل کی لابی میں ہر دم مستعد کوری یاما آخری وقت بھی بالکل اسی طرح ہمیں سائنارا (خدا حافظ) کہنے کھڑی تھی جیسے پہلے دن وہ ہماری کورس کوآرڈی نیٹر مقرر ہوئی تھی۔ بس میں کوئی ایک گھنٹے کا سفر کر کے ایئر پورٹ پہنچے۔ جہاں اب سارے معاملات خود طے کرنے تھے۔ خوشی خوشی کاؤنٹر پہ پہنچ کر بورڈنگ کارڈ بنانے کے لیے ٹکٹ ایک خوبصورت جاپانی دوشیزہ کے حوالے کیا۔ جو پہلے تھوڑا سا حیران ہوئی اور پھر کہنے لگی کہ کیا تمہارے پاس بنکاک کا Transit Visa ہے۔ میرے نفی میں جواب دینے پر وہ خاصی پریشان ہوئی اور اپنے سینئر مسٹر ہاٹا کو بلا لائی۔ جس نے یہ سنا کہ مجھے دم بخود کر دیا کہ Transit Visa کے بغیر آپ بنکاک میں چوبیس گھنٹے کا قیام نہیں کر سکتے۔ میرے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ بہتیرا کہا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ سارا انتظام JTB والوں نے کیا ہے۔ انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ بہت شور کیا۔ کوری یاما اور JTB والوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ دیارِ غیر، نہ کوئی جاننے والا اور نہ کوئی بات سمجھنے والا۔ صحیح بے چارگی کا عالم، ایسے میں دل سے دعائیں نکلیں کہ یا اللہ! تو عزت رکھ لے۔ تین چار گھنٹے بحث کر کے گلا بالکل سوکھ گیا۔ اور فلائٹ بھی نکل گئی۔ مسٹر ہاٹا نے میرے ساتھ یہ مہربانی کی کہ کل کے لیے فلائٹ بک کر دی۔ اب میرے پاس ین بھی تقریباً ختم تھے۔ کچھ بچا کر رکھے تھے جو کل تینتیس سو (3300) تھے۔ کاؤنٹر سے ہٹ کر بہت سوچا، کیا کروں۔ ایک محمود

صاحب ہی تھے۔جن کے پاس جایا جا سکتا تھا۔اللہ سے دعا کر کے انہیں فون کیا اور جو بیتی تھی وہ سنائی۔اللہ انہیں خوش رکھے انہوں نے مجھے ترکیب بتائی کہ فوراً یوکوہاما پہنچوں اور وہاں پہنچ کر انہیں فون کروں۔دوسو ین فون پر لگ گئے اور ایئر پورٹ بس کا ٹکٹ تھا اُنتیس سو ین۔جس نے دو گھنٹے میں Yokohama پہنچایا۔اس بس میں سفر کے دوران حالات کی اس تبدیلی پر بڑی ہنسی آئی۔خیر سفر بہت مزے میں گزرا۔ابھی اللہ نے ہمارا رزق کچھ اور جاپان میں رکھا تھا اور یہاں کا ایک اور شہر دیکھنا مقدر میں تھا۔

ایئر پورٹ ٹرمینل پہنچ کر محمود صاحب سے رابطہ کیا اور یوں ہمارے آخری ین بھی ختم ہوئے۔اللہ بھلا کرے محمود صاحب کا۔وہ کچھ دیر بعد پہنچ گئے اور بڑی محبت اور اپنائیت سے ملے۔ہماری حالت بھانپتے ہوئے انہوں نے فوراً گرما گرم کافی کا کین مشین سے نکالا اور اس سے ہماری تواضع کی۔Subway کے ذریعے Fujisawa کی راہ لی جہاں محمود صاحب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ قیام پذیر ہیں۔ان کی بیوی جو بہت نیک اور خانہ دار خاتون ہیں ہمیں دیکھ کر خوش ہوئی۔شام کو محمود صاحب کے ساتھ ان کی زندگی کے حالات، جاپان میں ان کے قیام اور یہاں کے حالات پہ تبادلہ خیال ہوا۔مغرب اور عشاء کی نمازیں ہم دونوں نے با جماعت ادا کیں۔ایک دفعہ پھر بڑا مزیدار پاکستانی کھانا کھایا۔رات محمود صاحب کے اوپر والے فلیٹ میں گزاری۔دن بھر کی پریشانیوں اور تھکان کے باعث خوب مزیدار نیند آئی۔

یوکوہاما سے واپسی

صبح سویرے نماز فجر کے وقت اٹھ کر جاپان سے جانے کی تیاری شروع کی۔ محمود صاحب کی بیوی نے بڑا اچھا پاکستانی ناشتہ کروایا۔ اللہ انہیں خوش رکھے۔ ایک دفعہ پھر Yokohama ایئر پورٹ ٹرمینل کی راہ لی۔ جہاں سے بس کے ذریعے Narita جانا تھا۔ وہی Subway کا سفر۔ اس دفعہ جاتے جاتے ہر چیز پر آخری اور بھرپور نظر ڈالی۔ پتا نہیں دوبارہ یہاں آنے کا کب موقع ملے گا؟ محمود صاحب سے خوب تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ سردی خوب زوروں پر تھی۔ تیز اور یخ بستہ ہوا چل رہی تھی، اتنی زیادہ سردی لگی کہ سارا جسم کانپنے لگا۔

Yokohama پہنچ کر محمود صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جن کے تعاون اور مدد کے باعث دیارِ غیر میں عزت بچ گئی۔ بس کے ذریعے ایک دفعہ پھر Narita کی راہ لی۔ اس دفعہ کاؤنٹر والی دوشیزہ اور مسٹر ہاٹا نے فوراً پہچان لیا اور خاصی مستعدی سے بورڈنگ کارڈ

وغیرہ بنا کر دیا۔ چیکنگ وغیرہ کے مراحل سے فارغ ہو کر بالآخر تھائی ایئر پرواز میں سوار ہوئے اور بنکاک کی راہ لی۔

فضائی میزبان اپنے مہمانوں کی جی بھر کر خدمت میں مصروف تھیں اور بار بار انواع واقسام کے مشروبات سے تواضع کر رہی تھیں۔ اس دفعہ چونکہ مسلم فوڈ کا پہلے ہی کہا ہوا تھا۔ بڑا اچھا حلال کھانا ملا جو خوب سیر ہو کر کھایا۔ سفر بڑا مزیدار گزرا۔ جب میں نے عصر کی نماز پڑھنے کا کہا تو تھائی دوشیزہ بڑی عقیدت سے مجھے کاک پٹ کے قریب لے گئی اور نماز کے لیے جگہ دی۔

بنکاک میں پاکستانی ایئر پورٹ

کوئی چھ گھنٹے کی فلائٹ کے بعد بنکاک ایئر پورٹ پہنچے۔ کل کی پریشانی کا مداوا کرنے کے لیے تھائی ایئر والوں نے یہاں ہمارے ساتھ VIP قسم کا برتاؤ کیا۔ سب سے پہلے تو یہ خوش گوار حیرت ہوئی کہ ایئر پورٹ پر تھائی ایئر والوں کا ایک کارندہ ایئر پورٹ کار پر ہمیں لینے کے لیے موجود تھا۔ اس کے علاوہ ایئر پورٹ پر ایک ہوٹل میں چار گھنٹے قیام کے لیے بندوبست تھا۔ بنکاک ایئر پورٹ ایک خالص پاکستانی ایئر پورٹ کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں اپنے بھائی بند خاصی تعداد میں نظر آئے۔ جدھر دیکھو پاکستانی یا پھر سکھ حضرات گھومتے نظر آتے تھے۔ یہاں ہم نے باجماعت نماز مغرب ادا کی۔ لاؤنج میں ہی کھانا کھایا۔ ہوٹل کے کمرے میں تھوڑا سا آرام کیا۔ اس کے بعد تھائی ایئر کی پرواز کے ذریعے پاکستان روانہ ہوئے۔ واپسی کا یہ سفر بہت مزیدار گزرا۔ پورا جہاز ہم وطنوں سے لدا ہوا تھا۔ میرے ساتھ بیٹھے ایک پاکستانی بزرگ سفر کا خوب مزا اٹھا رہے تھے۔ فضائی میزبان کبھی ان کے لیے وائن، کبھی برانڈی، کبھی وہسکی کے جام لاتی جسے وہ چسکیاں لے لے کر پیتے اور مزے اڑاتے رہے۔ آخر کار کوئی تین گھنٹے کی فلائٹ کے بعد پاکستان پہنچ گئے۔ لاہور ایئر پورٹ

پر کسٹم اور امیگریشن کے مراحل خاصے دلچسپ رہے۔ سب سے پہلے ایک کسٹم کے انسپکٹر مجھے پہچان کر آگے آ گئے اور کہنے لگے کہ مجھے پاسپورٹ دیں اور آپ چلے جائیں۔ میں بھی نیا نیا جاپان سے آیا تھا اس لیے کہا نہیں لائن میں لگنا صحیح ہے۔ پاسپورٹ چیک کروانے میں کوئی گھنٹہ لگ گیا۔ اس کے بعد کسٹم کا مرحلہ آنا تھا۔ ایک کسٹم کا سپاہی آ کے کہنے لگا کہ کوئی مال ہے تو ہماری جیب گرم کرا دیں۔ پریشانی نہیں ہوگی۔ میں نے کہا سامان تو آنے دیں۔ سامان آنے میں بھی کوئی گھنٹہ لگ گیا۔ اپنے ملک پہنچ کر وہاں کے سٹاف کی مستعدی، اپنے کام سے لگن، دیانتداری، اخلاق سب کچھ یاد آنے لگا۔ سامان آیا تو اسے لے کر کسٹم والوں کے پاس پہنچا۔ جنھوں نے کوئی خاص تنگ نہیں کیا شاید پہچان گئے ہوں۔ ایئرپورٹ کے باہر گھر کے لوگ لینے کے لیے آن پہنچے تھے۔ سب کے ساتھ مل کر دل بہت خوش ہوا اور یوں پورے مہینے کی جاپان یاترا کا قصہ تمام ہوا۔

جاپان سے آنے کے بعد

جاپان سے آنے کے بعد کچھ دن تو چڑھتے سورج کے دیس کا طلسم برقرار رہا۔ وہاں کی ترقی، ڈسپلن، صفائی، جاپانیوں کا اخلاق، نظم وضبط، وقت کی قدر اور پابندی وغیرہ سب کچھ یاد آتا اور اپنے ہاں کی حالت دیکھ کر دل کڑھتا۔ اگرچہ مہینہ بھر کی سرگزشت میں اکثر باتوں کا ذکر آ گیا ہے مگر کچھ باتوں کا دوبارہ ذرا تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کو دل چاہتا ہے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

☆ وقت کی پابندی اور ڈسپلن

☆ جاپانی کیوں سمارٹ ہیں

☆ جاپانیوں کا اخلاق

☆ جاپان میں نماز

وقت کی پابندی اور ڈسپلن

کوری یاما نے کہا:

"We are always in time"

''ہم ہمیشہ وقت کی پابندی کرتے ہیں۔''

وقت کا صحیح مصرف اور پابندی کا مظاہرہ صحیح طور پر جاپان میں ہی ہوتا ہے۔ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر شروع ہوتا ہے اور معین ٹائم پر ختم۔ ہر پروگرام کا شیڈول پہلے طے کرلیا جاتا ہے اور پھر جو مرضی ہو جائے ہر آدمی اپنا مقرر کردہ وقت ختم کر کے ہی فارغ ہوگا۔ شاید ہی وہاں کوئی شعبہ زندگی ہو جہاں وقت کے ضیاع کا احتمال ہو۔ ٹیکسی ڈرائیور سے لے کر ادارے کے چیف ایگزیکٹو تک ہر کسی کو اپنے شیڈول کا پتا ہوتا ہے۔ جتنی بھی Subway گاڑیاں ہیں، وقت مقررہ پر آئیں گی اور وقت پر جائیں گی۔ آپ کی گھڑی دھوکہ دے سکتی ہے مگر گاڑیوں کا ٹائم نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے جنگ عظیم کی ہولناک تباہی کے بعد بے بہا ترقی کر کے دنیا کی صف اول کی قوموں میں اپنا شمار کرلیا ہے۔ صرف یہی ایک بات اپنا لینے سے ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اگر ہر پاکستانی اس بات کا عزم کرے کہ میں نے اپنا کام اپنے وقت پر پورا کرنا ہے تو پھر ہم بھی جاپان کی طرح ترقی کر کے اپنا شمار عظیم قوموں میں کرواسکتے ہیں۔

جاپانیوں کی سمارٹنس کاراز

پورے جاپان میں آپ کو کوئی موٹا یا بڑی توند والا جاپانی نہیں ملے گا۔لڑکا ہو یا لڑکی، مرد ہو یا عورت، بوڑھے، بوڑھیاں سب صحت کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھے ہوئے اور اس بات کی عملاً تعبیر ہیں:

"Shorter the belt, longer the life"

ڈاکٹر ہونے کے ناطے اس بات کا خاص طور پر مشاہدہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اصل میں یہ لوگ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ وہ کم کھاتے ہیں۔ کھاتے پورا ہیں البتہ وہ ہمارے ہاں کے مصالحوں، چٹخاروں اور پراٹھوں وغیرہ سے بالکل بے نیاز ہیں۔ جاپانیوں کی ساری خوراک ہر قسم کے آئل، گھی وغیرہ سے پاک ہوتی ہے۔سبزیوں اور گوشت کو گرم پانی میں ابال کر استعمال کیا جاتا ہے اور یوں کولیسٹرول وغیرہ کے زیادہ ہونے کا تو مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ دوسرے جاپانی بہت تیز چلتے

ہیں۔ تیز چلنے سے ایک تو بندہ سردی سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرے یہ بہترین ورزش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں لوگ نہ صرف سمارٹ ہیں بلکہ دل کے امراض کی شرح بھی جاپانیوں میں بہت کم ہے۔

صحت مند رہنے اور دل کی بیماریوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جاپانیوں کی طرح چٹخارے دار کھانوں، زیادہ تیل اور گھی میں تلی اشیاء سے پرہیز کیا جائے اور ورزش اور تیز چلنے کو زندگی کا معمول بنایا جائے۔

جاپان میں نماز

جاپان جاتے وقت پہلے دن کی روئیداد میں جن خدشات کا ذکر کیا تھا ان میں سب سے زیادہ پریشانی تھی کہ ''نمازوں کا کیا ہوگا؟''

الحمدللہ اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ دوسرے ممالک کے ساتھیوں کے ساتھ بھرپور ہر پروگرام میں حصہ لیا۔ دل کھول کر انجوائے کیا۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس پورے سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہوئی بلکہ کبھی کبھار تو دوسرے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز بھی ادا کی۔

کوبے کی عظیم الشان مسجد کو نہ صرف دیکھنے کا اتفاق ہوا بلکہ ایک دفعہ یہاں ایک نماز میں امامت بھی کرائی۔ ایک دفعہ ''کلب'' میں نماز مغرب کا وقت ہوا۔ اپنا تھیلا ساتھ ہوتا تھا، جھٹ سے جائے نماز اور کمپاس نکالا اور ''کلب'' کی رونقوں میں اپنے خدا کے حضور حاضری دی۔ ایک دفعہ بلٹ ٹرین میں نماز کا وقت ہوگیا۔ سارے جاپانی حیران ہو

رہے تھے کہ یہ بندہ کیا کرنے لگا ہے۔ بلٹ ٹرین میں نماز تو شروع کر دی لیکن اب بیلنس رکھنا مشکل لگ رہا تھا۔ اللہ نے یوں مدد کی کہ ساتھ کھڑے جاپانی ایک دائیں طرف، ایک بائیں طرف اور ایک پیچھے کی طرف ہو گئے اور یوں ہم نے بلٹ ٹرین میں نماز ادا کی۔ اس کا تذکرہ دوستوں سے کیا تو انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے تو دنیا میں ہی حوروں کے پہلو میں نماز پڑھی ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بندے کے دل میں یہ بات ہو کہ میں نے فلاں چیز پوری کرنی ہے تو اللہ بھی مدد کرتا ہے۔ ویسے بھی نماز تو فرض ہے اس کو پورا کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔

جاپانیوں کا اخلاق

سب سے زیادہ جاپانیوں کے اخلاق نے متاثر کیا۔ جیسا کہ پہلے آ چکا ہے کہ جاپانی بہت محبت کرنے والے، ملنسار اور دل کے اچھے لوگ ہیں۔ آپ کو ہمیشہ خوش دلی سے خوش آمدید کہیں گے اور بڑے ہی دلنشیں انداز میں الوداع کہیں گے۔ کوئی چھوٹا سا بے قیمت تحفہ دے دیں تو اس طریقہ سے آپ کا شکریہ ادا کریں گے کہ بندے کا دل کرتا ہے کہ سب کچھ یہیں لٹا دے۔ ایک دوسرے کا لحاظ، ایک دوسرے کی عزت، ایک دوسرے کی مدد اور قدر کرنا جاپانیوں کا خاصا ہے۔

دن میں کئی دفعہ آپ کا حال پوچھیں گے۔ اگر کسی کی ڈیوٹی آپ کے ساتھ لگ گئی ہے تو اس کی کوشش ہوگی کہ ہر طرح آپ کا خیال رکھے اور ایسی بات نہ ہو جائے جس سے آپکا موڈ خراب ہو جائے یا آپ جاپان اور جاپانیوں کے متعلق غلط تاثر لے لیں۔

چھوٹی دکان ہو یا سپر سٹور ہر کوئی آپ کو خوش دلی سے Welcome کرے گا اور آپ جتنی مرضی مغز خوری کر لیں ان کے ماتھے پر شکن نہیں آئے گی۔ اگر دیکھا جائے تو خوش اخلاقی اور اچھے اخلاق کی جو تربیت اسلام نے دی ہے وہ ساری عادات و اخلاق جاپانیوں میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

جاپانی زبان

جاپانی اپنے کلچر اور اپنی زبان پر بہت فخر کرتے ہیں۔ اکثر جگہوں پر کوشش کے باوجود کوئی انگلش لٹریچر نہیں ملتا۔ اگرچہ اب مغربی کلچر خاصا سرایت کرتا جارہا ہے لیکن پھر بھی بڑے سے بڑا چیف ایگزیکٹو اپنی زبان میں بات کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔

جاپان میں رہتے ہوئے غیر ملکی اگر چند فقرے ان کی زبان میں بولیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ ہم جب کسی سٹور پر کسی چیز کی قیمت کوتا کائی (مہنگا) کہتے تو وہ بڑے محظوظ ہوتے۔

کتاب میں پہلی دفعہ جاپان جانے والوں کی عملی رہنمائی کے لیے کچھ فقرے دیئے جارہے ہیں۔ جنہیں سیکھ کر جاپان میں ابتدائی ایام بہتر طریقے سے گزارے جاسکتے ہیں۔

تعارف اور مبارکباد کے کلمات

Good Moring صبح بخیر	Ohaya Gozai Masu. (say until about 10 a.m)
Good Afternoon. سہ پہر کا سلام [Hello]	K on- nichi wa (say from around 10 a.m until about 5 p.m)
Good Evening شام کا سلام	Komban wa.
How are you? آپ کیسے ہیں؟	Ogenki desu ka?

I`m fine, thank you. میں ٹھیک ہوں	Hai, genki desu.
How do you do? آپ کا کیا حال ہے؟	Hajime- mashite.
Pleased to meet you. آپ سے مل کر خوشی ہوئی [Nice]	Dozo yoloshiku.
My name is_____ میرا نام.................ہے	Watashi- wa____desu.
Wel come خوش آمدید	Yohkoso. or Ilashai mase.
Good- bye. خدا حافظ[See you.]	Sayonala.
Take care اپنا خیال رکھیں	Ki wo tsukete. or Ogenki de!
Yes, please. ہاں! جناب	Hai, onegai shimasu.
No, thank you. نہیں، شکریہ......	Iie, kekko desu.

Are you all right? کیا آپ ٹھیک ہیں؟	Daijobu desu ka? [Ok]
Yes, I` am all right. ہاں! میں ٹھیک ہوں	Hai, daijobu desu.

شکریہ وغیرہ کہنا

Thank you (very much) آپ کا بہت شکریہ!	(Dhomo) Aligato gozai masu.
Thanks. شکریہ!	Aligato. [Dohmo]
I, m (very) sorry. میں معذرت چاہتا ہوں	

سوال پوچھنا

Excuse me. معاف کیجئے گا	(Chotto) Sumi-masen
I have a question. مجھے کچھ پوچھنا ہے	Shitsumon ga alimasu.
What? کیا؟	Eh? Nan desu ka?

What is this?	Kole wa nan desu ka?
[it]	[sole]
یہ کیا ہے؟	
What`s your name?	O-name wa.
آپ کا کیا نام ہے؟	
What is it?	Dale desu ka?
یہ کیا ہے؟	
What time is it (now) please?	Sumimasen,(ima) nanji desu ka?
اس وقت کیا بجا ہے؟	
Where is the rest room?	Otealai wa doko desu ka?
[toilet]	[toilet]
ٹائلٹ کہاں ہے؟	
Are you free tonight?	Kon-ya, o-hima desu ka?
آج رات آپ فارغ ہیں؟	
[tomorrow]	[Ashita]
کل (آنے والا)	

کھانا کھانا

I`m hungry.	Onaka ga sukimashita.
مجھے بھوک لگی ہے	

I`m starving	Halapeko desu.
میں کچھ کھانا چاہتا ہوں	
This is(so) delicious.	Kole. (totemo) oishii desu.
یہ مزیدار ہے	
The bill, please.	O- kanjo onegai shimasu.
بل دے دیں	

خریداری

Do you have___?	____(wa), alimasuka?
آپ کے پاس کیا ہے؟	
[carry]	
I` d like to buy___	___(wo), kudasai.
میں یہ خریدنا چاہتا ہوں	
How much(is it)?	(Sole) Ikula dewsu ka?
اس کی کیا قیمت ہے؟	
(This one is) Too expensive.	(Kole,) Takasugi masu.
یہ بہت مہنگا ہے	
Do you have a cheaper one?	Motto yasyui no, alimasu ka?
کیا آپ کے پاس سستا ہے؟	
Will you make it cheaper?	Motto yasuku shite kudasi.
کیا آپ اس میں کمی کریں گے؟	

Too bad, I` m short of money.	Summimasen, O-kane ga
میرے پاس کم پیسے ہیں	talimasen.

چند مشہور الفاظ

Menu	مینو	Menyu
English Menu	انگلش مینو	Eigo no menyu
Water	پانی	Mizu
Salt	نمک	Shio
Soy sauce	ساس	Shoyu
Sugar	شوگر	Satoh
Pepper	مرچ	Kashoh
Fish	مچھلی	Sakana
Meat	گوشت	Niku
Bread	روٹی،ڈبل روٹی	Pan
Egg	انڈا	Tamago
Vegitable Salad	سبزی سلاد	Yashi Salada
Japanese Tea	جاپانی چائے	Nohon-cha
Money	رقم	O-kane

1000 Yen note	1000ین کا نوٹ	Sen-en satu
100 Yen coin	100ین کا سکہ	Hyaku-en dama
10 Yen coin	10ین کا سکہ	juh-en dama